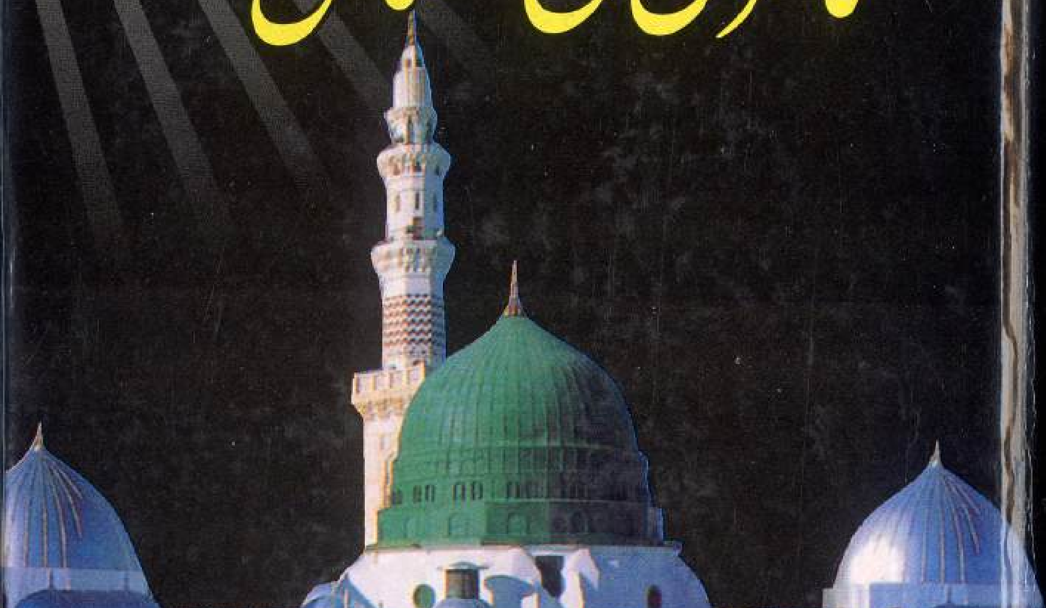
نماز احناف و غیر مقلّدین کا فرق مع مسائل



مؤلف

علامہ محمد ریاض قادری محمدی سیفی

فاضل دار العلوم رحمانیہ و فاضل عربی (ملتان)

ملنے کا پتہ :-

جامعہ انوار مدینہ محمدیہ سیفیہ

E-بلاک شاہ رکن عالم کالونی (نزد انڈر بائی پاس) لاری اڈا ملتان

نمازِ احناف
وغیر مقلدین کا فرق مع مسائل

حصہ اوّل
احناف

حصہ دوم
احناف و غیر مقلدین

مؤلف:۔ علامہ محمد ریاض قادری ثم السیفی

فاضل دار العلوم رحمانیہ وفاضل عربی (ملتان)

ملنے کا پتہ:۔

☆ مسجد جنازہ گاہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، شاہ رکنِ عالم کالونی، ملتان۔

☆ مکتبہ سیفیہ، مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ، فقیر آباد شریف، لاہور۔

☆ مکتبہ محمدیہ سیفیہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ، راوی ریان شریف، لاہور۔

عرضِ مؤلف

کافی عرصے سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ غیر مقلدین حضرات اختلافی مسائل سے متعلق چند احادیث پیش کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث پر تو اہلِ حدیث ہی عمل کرتے ہیں۔ حنفی لوگ احادیث پر کہاں عمل کرتے ہیں بلکہ وہ تو احادیث کی مخالفت کرتے ہیں تو کچھ سادہ لوح مسلمان ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اپنا عقیدہ و مسلک تک بدل لیتے ہیں تو لہٰذا شیخ طریقت رہبر شریعت ڈاکٹر محمد عمران **محمدی حنفی سیفی اعلی اللہ مقامہ و اعاذہ اللہ من شر الاعداء** کے حکم سے احقر نے یہ جملہ مواد علماء اہلِ سنت کی تحریرات سے لے کر ایک ایسی کتاب کو مرتب کیا جس میں ان احادیث و آثار کو جمع کیا ہے۔ جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین جن سے بغاوت کرتے ہیں۔

اس کتاب میں مکمل نمازِ حنفی مع مسائل اور قرآن و احادیث و آثار و اجماع امت کے موافق مسلک احناف کو بیان کیا گیا ہے جبکہ قرآن و احادیث و آثار و اجماع امت کے خلاف مسلک غیر مقلدین کو بیان کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اس حقیری محنت کو بوسیلہ **خاتم الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم** قبول فرما کر اپنے بندوں کیلئے نفع کا ذریعہ بنائے اور قارئین کی اصلاح وفلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے۔

نوٹ:

کتاب ہٰذا میں غیر مقلدین کے جتنے فتاویٰ جات نقل کئے گئے ہیں ان میں سے کسی ایک فتویٰ میں بھی حدیث کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دعویٰ تو احادیث پر عمل کرنے کا ہے مگر دور دور تک احادیث سے ان کا تعلق نظر نہیں آتا۔

نام کتاب : نمازِ احناف وغیر مقلدین کا فرق

نام مؤلف : علامہ محمد ریاض قادری محمدی سیفی

فاضل دار العلوم رحمانیہ وفاضل عربی ملتان

ناشر : علامہ محمد ریاض

0301-4988607

مصححین : حضرت خواجہ مفتی عبدالولی صاحب

حضرت خواجہ مفتی عبدالباقی صاحب

حضرت علامہ محمد اسلم مدنی صاحب

کمپوزنگ : رانا علی رضا

0315-7478578

قیمت: 170 روپے

انتساب

احقر اپنی اس اولین جدوجہد کو عظیم روحانی پیشوا تاجدار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ مجددِ عصر حاضر قیوم زماں امام الاولیاء والصلحاء والاتقیاء والاصفیاء **حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ علیہ** کے منظور نظر، پروردہ نگاہ مجدد، طبیب روحاں، عارف یزداں، شیخ المشائخ، شیخ العلماء والفضلاء پیر طریقت رہبر شریعت **حضرت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی بارك الله عمره کے نام نامی اسمِ گرامی** سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جن کے فیضان سے بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔

مصنف

علامہ محمد ریاض

حصہ اوّل

مکمل نمازِ احناف مع مسائل

حصہ دوم

﴿نمازِ احناف وغیر مقلدین کا فرق مع مسائل﴾

31۔	جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔	217-215
32۔	نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے۔	225-218
33۔	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔	237-226
34۔	نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیے۔	240-238
35۔	نماز میں سجدے سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیے۔	242-241
36۔	دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون اور تورک مسنون نہیں۔	246-243
37۔	پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے۔	249-247
38۔	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے۔	253-250
39۔	عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں۔ بلکہ دونوں میں فرق ہے۔	257-254
40۔	نابالغ کی امامت جائز نہیں۔	259-258
41۔	امام بہترین شخص ہونا چاہیے۔	261-260
42۔	جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز کو لوٹائیں۔	264-262
43۔	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	268-265
44۔	نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے۔	272-269
45۔	وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں۔	277-273
46۔	وتر میں دعائے قنوت سارے سال واجب ہے اور دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے۔	282-278

شیخ طریقت کے بارے میں چند معروضات

ایک ایسی شخصیت جو دنیاوی اور دینی علوم و معارف کا حسین امتزاج ہیں۔ جن کی زندگی شریعت مطہرہ کی مظہر ہے اور ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کی پیکر ہے۔ یہ کسی مکتب کی کرامت نہیں بلکہ فیضان نظر کی کامل و مکمل دلیل ہے۔ یقیناً یہ تو کامل مرشد امام الاولیاء و الاتقیاء والاصفیاء، طبیب روحاں، عارف یزداں، شیخ المشائخ، شیخ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت **حضرت میاں محمد حنفی سیفی** دامت برکاتھم العالیہ کی نگاہ پُر انوار نے ہی عشق و محبت، جذب و مستی اور حقیقت و معرفت کا ایسا رنگ چڑھایا ہے کہ آج خود مرشد گرامی جس پہ نگاہ ڈالتے ہیں ان پر بھی وجد و حال اور شریعت و معرفت کا رنگ چڑھا دیتے ہیں میری مراد سیدی و مرشدی شیخ طریقت، رہبر شریعت، صوفی با صفاء، عاشق رسول ﷺ **ڈاکٹر محمد عمران محمدی سیفی اعلی اللہ مقامہ** ہیں۔ آپ نے ایف۔ایس۔سی **(Fs.c)** تک تعلیم کیڈٹ کالج حسن ابدال سے حاصل کی۔ اور ایم۔بی۔بی۔ایس **(M.B.B.S)** نشتر میڈیکل کالج سے کیا۔ اور اب نشتر ہسپتال ملتان میں ہی اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چند اداروں کے بانی بھی ہیں۔

جہاں طلباء و طالبات کو دینی و عصری تعلیم ہمہ وقت دی جا رہی ہے۔ خود جمعۃ المبارک کی خطابت بھی فرماتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت بوسیلہ حبیب کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ آپ کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو تا قیام قیامت اس چشمہ فیض سے سیراب فرمائے (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

ہے تابع تقدیر تو کافر ہے مسلمان مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی	تیری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے

گر قبول افتد زہے عز و شرف :- احقر محمد ریاض قادری محمدی سیفی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

باب اوّل: وضو

احکام:

نماز سے پہلے وضو کرنا فرض ہے۔ قرآن شریف بھی باوضو ہوکر پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ وضو کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

☆ **یا یھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم واید یکم اِلی المرافق وامسحوا برء وسکم وار جلکم الی الکعبین۔**

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو“۔

وضو کے بارے میں چند فرامین مصطفےٰ بھی ملاحظہ فرمایئے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا۔

☆ **لَا تُقۡبَلُ صلوٰۃُ مَنۡ اَحۡدَثَ حتّٰی یتوضاء۔**

ترجمہ: ”جس شخص کا وضو نہیں اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ وضو نہ

کرلے۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ ومفتاحُ الصلٰوةِ الطہورُ۔

ترجمہ: ''جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے''

(رواہ احمد)

وضو کے فرائض:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ ان کے بغیر وضو نہیں ہوتا۔

1) چہرہ دھونا 2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا

3) چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا 4) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا

نوٹ: ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ جبکہ تین مرتبہ دھونا سنت۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعضائے وضو کو تین مرتبہ سے زیادہ ظلم واسراف ہے۔ اگرچہ نہر کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف)

وضو کی سنتیں:

وضو کی سنتیں تیرہ ہیں۔ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ناقص ہوتا ہے۔

1۔ وضو کی نیت کرنا۔

2۔ بسم اللہ (مکمل) پڑھ کر وضو شروع کرنا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ **لاوضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ**

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کا نام لئے بغیر وضو کیا، اس کا وضو (کامل) نہیں۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

3۔ پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔

4۔ مسواک کرنا۔

5۔ تین بار کلی کرنا (غرغرہ کرنا بھی سنت ہے) لیکن روزہ کی حالت میں نہ کیا جائے۔

6۔ تین بار ناک میں پانی ڈالنا لیکن روزہ کی حالت میں پانی سانس سے نہ کھینچیں۔

7۔ داڑھی کا خلال کرنا۔

8۔ ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

9۔ ہر عضو کو تین بار دھونا۔

10۔ ایک بار تمام سر کا مسح کرنا یعنی غیر مستعمل بھیگا ہوا ہاتھ سر پر پھیرنا۔

11۔ کانوں کا مسح کرنا یعنی کانوں کے اندر مسح شہادت کی انگلی سے کرنا چاہیئے۔

12۔ وضو ترتیب وار کرنا۔

13۔ بے در پے وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھولینا۔

وضو کے مستحبات:

وضو کے مستحبات پانچ ہیں۔

1۔ گردن کا مسح کرنا، دھونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پُشت گردن پر پھیرنا۔

2۔ وضو کے تمام کام خود کرنا کسی سے مدد نہ لینا۔

3۔ قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

4۔ اونچی پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

نواقضِ وضو:

جن امور سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ پیشاب، پاخانہ کرنا، یا یہاں سے کسی اور چیز کا نکل جانا۔

2۔ ریح (ہوا) خارج ہونا۔

3۔ بدن کے کسی حصہ سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا۔

4۔ منہ بھر کے قے کرنا، بلغم سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

5۔ لیٹ کر یا سہارا لے کر سو جانا کھڑے کھڑے ہو جانے یا سہارا لگائے بغیر سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

6۔ بیماری یا کسی اور وجہ سے بیہوش ہو جانا۔

7۔ دیوانہ (پاگل) ہو جانا۔

8۔ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔

معذور کا وضو:

درج ذیل اشخاص معذور تصور کیے جائیں گے۔

1۔ ایسا زخم آجائے کہ خون رستا ہی رہے۔

2۔ نکسیر چھوٹے اور جاری رہے۔

3۔ بواسیر کا خون مسلسل آتا ہی رہے۔

4۔ ریح کا مرض ہو اور وہ بند نہ ہو۔

5۔ پیشاب کے قطرے مسلسل ٹپکتے ہوں۔

ایسی ہی کوئی اور لاعلاج صورت ہو۔ تو ان لوگوں کو یہ رعایت حاصل ہے کہ جب تک معذوری کی یہ صورت باقی رہے۔ ہر نماز کے وقت ایک بار وضو کر لیا کریں۔ جب تک اس نماز کا وقت رہے گا تو ان کا وہ وضو کافی ہوگا۔ البتہ اس نماز کا وقت ختم ہو جانے پر یا وہ عذر ختم ہو جانے پر یا کسی دوسری وجہ سے وضو ٹوٹ جانے پر انہیں دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

تحیۃ الوضو:

وضو کے بعد دو رکعت نفل **تحیۃ الوضو** کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفیٰؐ ہے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کر کے حضورِ قلب (دل میں اللہ اور اس کی محبت و خشیت کا حاضری) کے ساتھ دو رکعت (اس طرح قلبی کیفیت سے) پڑھے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

اسی طرح رسولِ اکرمؐ نے شب معراج جنت میں حضرت بلال کے قدموں کی آواز سنی تو آپؐ نے پوچھا کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ (ایسے معلوم ہوتا تھا) کہ تم میرے آگے چل رہے ہوتو انہوں نے عرض کیا کہ دو کام میرے معمولات میں ہیں۔ ایک تو ہمیشہ باوضو رہتا ہوں، جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کرلیتا ہوں۔ دوسرا یہ ہے کہ جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔

ان روایات سے تحیۃ الوضو کی اہمیت اور اجر وثواب کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

نوٹ:

ان نوافل کی پہلی رکعت میں **سورة کافرون** اور دوسری **سورة اخلاص** پڑھنا مستحب ہے۔

(دُرّالمختار)

وضو کے فضائل:

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے۔ تو پانی کے ساتھ اس کے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ خارج ہوجاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے خارج ہوجاتے ہیں۔ جو اس کے پاؤں سے ہوئے تھے۔ کلی اور ناک کے پانی سے زبان ومنہ اور ناک کے گناہ دھل جاتے ہیں اور کانوں کے مسح سے کانوں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

(مسلم، نسائی)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کامل وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھے **"فُتِحَتْ لَـهُ اَبْـوَابُ الجنة الثمانيةِ"** تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں

گے۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰی طُهْرٍ كُتِبَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ"

ترجمہ:

"جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود (تازہ) وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی"۔

(ترمذی)

وضو کی دُعائیں

ہاتھ دھوتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْيُمْنَ وَالْبَرْكَةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشُّوْمِ وَالْهَلَاكَةِ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی اور برکت مانگتا ہوں اور بدبختی اور ہلاکت سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

کلی کرتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

"اے اللہ! میری مدد فرما قرآن مجید کی تلاوت اور اپنی عبادت کی خوبی پر"۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تَرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ۔

"اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھا دے اور نہ سنگھا دوزخ کی بُو"۔

مُنہ دھوتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔

''اے اللہ! میرا منہ روشن کرنا جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ سیاہ ہوں گے''۔

سَر کا مَسح کرتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ۔

''اے اللہ! مجھے اس دن اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دینا جس دن تیرے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا''۔

گردن کا مَسح کرتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

''اے اللہ! میری گردن دوزخ کی آگ سے آزاد کردیجئے''۔

پاؤں دھوتے وقت:

☆ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامِ۔

''اے اللہ! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھنا۔ جس دن قدم ڈگمگا ئیں گے''۔

غسل کے فرائض، سُنن، مکروہات:

قارئین کی سہولت کے لئے اب ہم فقہی مسائل بیان کرتے ہیں:

(الف) غسل کے فرائض:

(جن کے بغیر غسل نہیں ہوتا)

☆ کلی کرنا

☆ ناک میں پانی ڈالنا

☆ تمام بدن پر پانی بہانا

(ب) غسل کی سنتیں:

☆ دونوں ہاتھ دھونا

☆ استنجا کرنا، جہاں نجاست لگی ہوا ُسے دھونا

☆ ناپاکی دور کرنے کی نیّت کرنا

☆ پہلے وضو کر لینا

☆ تمام بدن پر تین بار پانی بہانا

''جس شخص نے غسلِ جنابت میں ایک بال بھر جگہ بھی دھونے سے چھوڑ دی تو اس کو دوزخ کا ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا''۔۔۔۔ارشادِ نبویؐ روایت کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا۔''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن بن گیا ہوں''۔(میں نے معمول بنا لیا ہے، ذرا بڑھے تو اُن کا صفایا کر دیا) یہ جملہ آپ نے تین بار دھرایا۔

(سنن ابی داوٗد، مسند احمد، مسند دارمی)

دانت:

☆ دانتوں کے درمیان چھالیہ وغیرہ کا ریزہ ہو تو اُسے خلال سے نکال کر کلی کریں۔

☆ مِسّی (دانتوں کی چمک کے لئے مصنوعی چیز) کی تہہ جمی ہو تو اُسے بھی چھڑا کر کلی کریں۔

☆ مصنوعی دانتوں کو بھی نکال کر کلی کرنا لازم ہے۔اگر نکالنے سے تکلیف اور نقصان کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے۔

کان:

کان میں عطر وغیرہ کا پھایہ یا رُوئی ہو تو اُس کا نکالنا بھی ضروری ہے۔مستورات خیال

رکھیں کہ کان میں بالی وغیرہ ہو تو اُسے خوب ہلا لیں تا کہ سوراخ میں پانی پہنچ جائے اور خشک نہ رہ جائے۔

ناک:

ناک میں بیڑی یا تمبا کو لگا ہو تو اُسے صاف کر کے ناک میں پانی ڈالیں، ورنہ غسل پورا نہ ہوگا۔

آنکھ:

آنکھ میں اگر چیپڑ سُوکھ گیا ہو تو اس کو چھڑا کر آنکھ کو دھونا ضروری ہے۔

سَر کے بال:

تمام بالوں کا بھگونا اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اگر کسی خاتون کی چوٹی بندھی ہو تو اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن تمام بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنا لازم ہے۔ اس کے بغیر غسل نہ ہوگا۔ اگر بیماری کے سبب سر میں پانی ڈالنا نقصان کرے تو سَر نہ دھونے کی اجازت ہے۔ لیکن صحت ہو جانے پر سر کا دھونا بھی ضروری ہے۔

غسل پردہ میں:

اس بارہ میں کسی تمہید کے بغیر ہم ایک حدیث کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ایک صحابی حضرت یعلیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کھلے میدان میں (برہنہ) غسل کر رہا تھا۔ آپ (یہ دیکھ کر) منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اللہ پاک خود ہدایت کرنے والا اور پردہ کرنے والا ہے۔ وہ (بندوں کی پردہ داری فرماتا ہے) وہ اپنے بندوں کے لئے بھی حیاداری اور پردہ داری کو ہی پسند کرتا ہے۔ لٰہذا:

☆ اِذَا اغۡتَسَلَ اَحَدُکُمۡ فَلۡیَسۡتَتِرۡ۔

''جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کرلیا کرے''

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

☆ لَاتَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آس پاس کے اُن لوگوں کے لئے جن کے دروازے ابتدائے اسلام میں مسجد نبویؐ کے صحن میں کھلتے تھے فرمایا کہ ان کا رُخ مسجد کی طرف سے پھیر دو، صحنِ مسجد کے بجائے دوسری طرف کھول لو کیونکہ

فَاِنِّیْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ۔

مختصر یہ کہ غسل ان حالتوں میں فرض ہو جاتا ہے:

1۔ نفسانی خواہش کے ساتھ اپنی جگہ سے مَنی نکلنے پر، خواہ سوتے ہوئے احتلام ہو یا جاگتے ہوئے جماع سے یا جماع کے بغیر ایسا ہو جائے۔

2۔ مرد کا سرِ عضو اندامِ نہانی میں داخل ہونے پر خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔

3۔ عورت کا حیض (ماہواری خون) بند ہونے پر۔

4۔ عورت کا نفاس (زچگی کا خون) بند ہونے پر۔

☆ اِذَا جَآءَ اَحَدُ کُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کو آئے تو غسل کرلے''۔

☆ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى۔

''اللہ کے رسول ﷺ عید الفطر اور عید قربان کے دن غسل فرمایا کرتے تھے''۔

(ابن ماجہ)

مُستحب غسل:

ا۔ حج اور عمرہ کے لئے احرام باندھنے سے قبل اور عرفات میں نویں ذوالحجہ یعنی عرفہ کے

دن غسل کرنا مستحب ہے۔

۲۔ اسی طرح بالغ ہونے پر اور بے ہوشی اور جنون سے نکلنے پر غسل کرنا مستحب ہے۔

۳۔ نیز چاند گرہن، سورج گرہن اور استسقا کی نمازوں کے لئے غسل کرنا بھی مستحب ہے۔

ب) دوسری حدیث کی راویہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری زوجہ مطہرہ اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ ہیں، فرماتی ہیں:

''میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے غسلِ جنابت کے لئے پانی بھر کر آپ ﷺ کے پاس رکھ دیا۔ تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دو یا تین بار دھویا، پھر دُھلا ہوا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور اس سے پانی لے کر مقامِ استنجا پر ڈالا اور بائیں ہاتھ سے اس کو دھویا۔ پھر اپنا وہ بایاں ہاتھ زمین پر مارا اور خوب مٹی سے مَلا اور رگڑا۔ پھر وضو کیا۔ جیسے آپ ﷺ نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔ اس کے بعد تین مرتبہ پانی کے لَپ بھر کر سَر پر ڈالے۔ پھر سارے جسم کو دھویا۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو رومال دیا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رومال استعمال کرنے کی بجائے آپ نے جسم مبارک سے پانی کو سونت دیا اور جھاڑ دیا''۔

(صحیح بخاری و مسلم)

تیمم

شدید مجبوری، پانی کی نایابی، یا بیماری وغیرہ کے خوف سے شریعت مقدسہ نے غسل اور وضو کے بجائے تیمم کر لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ اپنے بندوں پر اللہ کریم کا بڑا احسان ہے۔ اگر ایسے حال میں بلا غسل اور بدون وضو ہی اجازت ہوتی تو نہ صرف یہ کہ کمزور طبیعت انسان ترکِ طہارت کے عادی ہو جاتے بلکہ وضو اور غسل سے دربار الٰہی میں حاضری کی عظمت اور تقدس کا جو

اہتمام اور احساس ہوتا ہے وہ مجروح ہو جاتا۔

مٹی اور پتھر سے تیمم کرنے کے حکم میں بڑی حکمتیں ہیں ۔اہل تحقیق کا کہنا ہے کہ پورے کرۂ ارض کے دو ہی حصے ہوتے ہیں۔ایک حصہ کی سطح پانی ہے اور دوسرے کی مٹی، پتھر وغیرہ ۔اس اعتبار سے پانی اور مٹی میں خاص مناسبت ہے، پھر انسان کی تخلیق بھی پانی اور مٹی سے ہوئی ہے۔مٹی میں ہی انسان کو جانا ہے ۔سمندر کے علاوہ مٹی ہی ایسی چیز ہے جو انسان ہر جگہ پا سکتا ہے۔پھر مٹی کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرنے میں عاجزی اور خاکساری کی ایک خاص شان ہے (باقی اللہ تعالیٰ اپنے اسرار کو خوب جانتا ہے)

تیمم کی اجازت

تیمم کے بارے میں ارشاد خداوندی یہ ہے:

''اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا سفر پر ہو، یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے فارغ ہوا ہو، یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو، اور تم کو پانی نہ ملے تو **فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّباً** ''پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو'' (یعنی مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر) ''اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔''

(النساء ۴:۴۳)

تیمم کب جائز ہے؟

(۱) جب پانی نہ ملے ۔یعنی ایک میل دُور ہو، یا کسی دشمن کے خوف سے یا کسی اور رکاوٹ

کے سبب پانی نہ لیا جا سکتا ہو۔ بے شک پانی قریب ہی موجود ہو لیکن اس کا حاصل کرنا خطرہ سے خالی نہ ہو۔ یا پانی موجود تو ہو لیکن تھوڑا ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو یا غسل میں خرچ کر لیا تو پیاس بُجھانے کے لئے پانی میسر نہ ہوگا۔

(۲) پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ اندیشہ محض وہم کی بنا پر نہیں بلکہ گمان غالب ہو یا معالج کی ہدایت ہو۔

مندرجہ ذیل بالا صورتوں میں وضو کی جگہ تیمم کی اجازت ہے، بلکہ غسل کے لیے بھی تیمم کیا جا سکتا ہے۔

تیمّم کے فرائض:

تیمّم کے تین فرائض ہیں:

۱۔ نیت کرنا۔

۲۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر مُنہ پر پھیرنا۔

۳۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کُہنیوں سمیت مَلنا۔

کن چیزوں پر تیمّم جائز ہے؟

☆ پاک مٹی، مٹی کے کچے یا پکے برتن جن پر روغن نہ لگا ہو۔

☆ ریت، چونا اور پتھر یا ملتانی مٹی (گاچھی)

☆ مٹی کی پکی یا کچی اینٹیں، یا مٹی، پتھر، چونے یا اینٹوں کی دیوار۔

☆ (ان پر گرد وغبار کا اثر ہونا ضروری نہیں، تیمّم ہر صورت میں ہو جائے گا۔

کن چیزوں پر تیمّم جائز نہیں:

☆ لکڑی، لوہا، سونا، چاندی (دھات کی جملہ اقسام)،

☆ شیشہ، گندم، جو (غلّہ کی تمام اقسام)

☆ راکھ وغیرہ۔

غرض یہ کہ وہ تمام چیزیں جو آگ میں پگھل جاتی ہیں، یا جل کر راکھ ہو جاتی ہیں، یا گل جاتی ہیں، اُن پر تیمّم جائز نہیں .... البتہ اگر ان پر اس قدر گرد اور غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اُڑنے لگے یا ان پر اُنگلی کا نشان پڑ جائے تو ان پر تیمّم کرنا جائز ہوگا۔

تیمّم کے متفرق مسائل:

۱۔ فرض نماز کی نیت سے تیمّم کیا ہو، تو سنّت و نوافل ادا کرنا، نماز جنازہ پڑھنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت وغیرہ کرنا جائز ہے .... لیکن قرآن مجید کی تلاوت یا اذان وغیرہ جیسے اُمور کے لئے تیمّم کیا ہو تو نماز ادا کرنے کے لئے دوسرا تیمّم کرنا ہوگا۔

۲۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جس عُذر کے سبب تیمّم کی اجازت تھی، جب وہ عُذر جاتا رہے تو تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً پانی نہ ہونے کے سبب تیمّم کیا تھا اور پانی مِل گیا، کسی بیماری کے سبب تیمّم کیا تھا اور وہ مرض جاتا رہا تو تیمّم جاتا رہا۔

۳۔ اگر ڈر ہو کہ وضو کرتے کرتے عید یا جنازہ کی نماز ختم ہو جائے گی تو نماز سے محروم رہ جانے کے بجائے تیمّم کر لینا جائز ہے۔

تیمّم کی نماز کا اعادہ:

اس بارہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کردہ حدیث ملاحظہ کیجئے۔

فرماتے ہیں:

''دو صحابی سفر پر گئے۔ نماز کا وقت آ گیا اور ان کے ساتھ پانی نہیں تھا، اس لئے دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کر کے نماز ادا کر لی۔ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی اور دوسرے نے نماز کا اعادہ نہ کیا''۔

''دونوں جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا ذکر کیا۔ جن صاحب نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

''اَصَبْتَ السُّنَّةَ وَاَجزَأَتكَ صَلوٰتُكَ''

''تم نے ٹھیک کیا، تم نے تیمم کر کے جو نماز پڑھی وہ ادا ہوگئی''۔

جن صاحب نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی تھی اُن سے آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَكَ الْاَجرُ مَرَّتَينِ''

''تمہیں دوہرا ثواب ملے گا''۔

(سنن ابی داؤد۔ مسند دارمی)

اس صورت میں دوسری نماز نفل شمار ہوگی۔

موزوں پر مسح

کس قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے؟

مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے:

۱۔ چمڑہ کے ایسے موزے جن سے ٹخنوں تک پاؤں چھپے رہیں۔

۲۔ اُونی سُوتی ایسے موزے جن میں چمڑے کا تلا لگا ہوا ہو۔

۳۔ اُونی سُوتی ایسے موٹے، گاڑھے اور مضبوط موزے جنہیں خالی پہن کر تین چار میل چل سکیں اور وہ نہ پھٹیں۔

مسح کرنے کا طریقہ:

ہاتھ کی اُنگلیاں پانی سے بھگو کر پاؤں کے پنجے کے اوپر رکھ کر انگلیوں کی طرف پاؤں کے اوپر کھینچیں۔ انگلیاں پوری رکھیں محض سرے رکھنا کافی نہیں۔ مسح پنجے کے اوپر کیا جاتا ہے۔ تلووں یا ایڑی کی طرف نہیں۔

مسح جائز ہونے کی شرائط:

☆ موزے وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔

☆ موزے ٹخنوں سمیت دونوں پیروں میں پہنے ہوں۔

☆ اس قدر مضبوط ہوں کہ انہیں پہن کر تین چار میل چل سکیں اور وہ نہ پھٹیں۔

☆ تین چھوٹی انگلیوں سے زیادہ نہ پھٹے ہوں۔

☆ پانی جذب نہ کرتے ہوں۔

مسح کی مدت:

☆ اپنے گھر اور قیام کی صورت میں ایک دن رات (چوبیس گھنٹوں) کے لئے مسح کافی ہوگا۔

☆ سفر میں ہوں تو تین دن اور تین رات تک مسح جائز ہوگا۔ سفر سے مراد تین منزل یا ۴۸ میل کا سفر ہے۔ مثلاً جمعہ کی صبح وضو کر کے موزے پہنے تو مقیم ہونے کی صورت میں دوسرے دن ظہر کے وقت دوبارہ تازہ وضو کرنا ہوگا اور مسافر ہونے کی صورت میں سوموار کے دن ظہر تک مسح چلے گا۔ موزے اتار کر پاؤں دھونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مسح کب ٹوٹ جاتا ہے؟

جن باتوں سے وضو ٹوٹتا ہے اُن سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ ان کے علاوہ مسح کی مدت گزر جانے پر

☆ موزے اتار دینے پر

☆ موزے تین انگلیوں کے برابر پھٹ جانے پر۔

متفرق ضروری مسائل:

☆ موزہ پہنے ہوئے اگر غسل کی حاجت ہو جائے تو موزہ اتار کر غسل کرنا ضروری ہوگا۔ غسل کے لئے موزہ پر مسح کرنا درست نہ ہوگا۔

☆ مسافر اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور مدتِ سفر ختم ہونے سے قبل گھر پہنچ جائے تو

موزے اتار کر وضو کرنا ضروری ہوگا۔

جبیرہ اور پٹی پر مسح:

☆ ٹوٹی ہوئی ہڈی اور موچ پر لکڑی بندھی ہو یا پلاستر چڑھا ہو، اسی طرح زخم پر پٹی بندھی ہو یا مرہم کا پھایہ رکھا ہو.................. اور اس کے کھولنے یا اکھاڑنے سے نقصان کا اندیشہ ہو یا سخت تکلیف ہو تو اس پر وضو اور غسل میں مسح کر لینا کافی ہے۔

☆ اگر زخم کو پانی سے نقصان نہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

☆ اگر زخم پر مسح کرنا نقصان نہ کرے اور پٹی کا کھولنا یا پھایہ کا اتارنا مُضر نہ ہو تو زخم پر مسح کر لیں۔

☆ اگر پٹی کا کھولنا یا پھایہ کا اتارنا باعثِ تکلیف اور موجبِ نقصان ہو تو کھولے بغیر اس پر ہی مسح کر لینے کی اجازت ہے۔

پانی کے مسائل

ا۔ پانی کی اقسام:

پانی کی دو قسمیں ہیں۔

۱) جاری.................. بہتا ہوا پانی مثلاً نہر، دریا، سمندر

۲) بند.................. ٹھہرا ہوا پانی مثلاً تالاب، حوض وغیرہ۔

بندِ پانی کی دو صورتیں ہیں، ان دونوں کے احکام مختلف ہیں:

☆ قلیل.................. تھوڑا

☆ کثیر.................. زیادہ

یعنی ایسا حوض اور تالاب جو شرعی گز کے اعتبار سے دس گز لمبا دس گز چوڑا ہو (شرعی گز مروجہ گز کی تقریباً نو گرہ کے برابر ہوتا ہے)

اگر چوڑائی کم ہو لیکن لمبائی زیادہ ہو اور مجموعی اعتبار سے سو گز شرعی کے برابر ہو اور اس کے ایک کنارہ کے پانی کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت نہ کرے تو وہ بھی حوض میں شمار ہوگا۔

۲۔ جاری پانی کے احکام:

اگر جاری (بہتے ہوئے رواں) پانی میں نجاست گرنے سے (۱) رنگ (۲) بُو (۳) مزہ میں سے ایک چیز بھی بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

ایسے جاری پانی میں جب اس قدر پاک پانی مل جائے کہ اُس کے بدلے ہوئے رنگ، بُو اور مزے کو دُور کر دے تو وہ پانی پاک ہو جاتا ہے۔

۳۔ کثیر بند پانی (حوض وغیرہ):

ایسے پانی کے احکام وہی ہیں جو جاری (بہتے ہوئے رواں) پانی کے احکام ہیں۔

کثیر پانی میں بدبُو آ رہی ہو، مگر یہ معلوم نہ ہو کہ بدبُو پاک چیز کی ہے یا ناپاک شے کی تو ایسے پانی سے اس وقت تک وضو اور غسل درست ہے جب تک اُس کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو جائے۔

پتوں وغیرہ کے گرنے سے بُو بدل جانے یا کاہی جم جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

متفق مسائل:

☆ کسی مجبوری کے بغیر آبِ زم زم سے وضو اور غسل کرنا اچھا نہیں ہے۔

☆ دھوپ کے گرم پانی سے سفید داغ کا خدشہ ہوتا ہے، ایسے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا بہتر ہے۔

نجاستیں اور ناپاکی

نجاست کی دو قسمیں (حقیقی، حکمی)

ا۔ نجاستِ حقیقی:

نجاستِ حقیقی وہ ہے جو دیکھنے میں آسکے۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ، گوبر اور لید وغیرہ۔

نجاستِ حقیقی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) نجاستِ غلیظہ (۲) نجاستِ خفیفہ۔

(الف) نجاستِ غلیظہ:

جو ناپاکی سخت ہو یا تھوڑی سی بھی لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہو۔ نجاستِ غلیظہ میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

☆ انسان کا پیشاب، پاخانہ۔

☆ تمام جانوروں کی لید، گوبر

☆ حرام جانوروں کا پیشاب

☆ انسان اور جانوروں کا بہتا ہوا خون

☆ مَنی اور شراب

☆ مرغی، بطخ کی بیٹ

☆ سُور کا گوشت، بال، ہڈی وغیرہ تمام چیزیں

(ب) نجاستِ خفیفہ:

جو ناپاکی ذرا کم ہو اور ہلکی ہو

نجاستِ خفیفہ میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

☆ حرام پرندوں کی بیٹ

☆ حلال جانوروں کا پیشاب

۲۔ نجاستِ حُکمی:

وہ نجاست ہے جو دیکھنے میں نہیں آتی، مگر حکمِ شریعت سے ثابت ہے۔ جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔

نجاستِ حکمی کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) حدثِ اصغر (۲) حدث اکبر۔

حدثِ اصغر سے مراد ہے بے وضو ہونا۔

حدثِ اکبر سے مراد ہے غسل کی حاجت ہونا۔ اسے جنابت بھی کہتے ہیں۔

نجاستِ غلیظہ کیسے دُور ہوگی؟

نجاستِ غلیظہ اگر پتلی ہو یا بہنے والی ہو جیسے پیشاب یا خون وغیرہ، تو ان کو دھونا ضروری ہے۔ اگر پھیلاؤ میں روپیہ سے کم ہو تو دھونا فرض تو نہیں مسنون ہے۔

نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہو مثلاً پاخانہ یا گوبر وغیرہ تو اس کا دھونا ضروری ہے۔ اگر ساڑھے چار ماشے سے کم ہو تو دھونا فرض نہیں مسنون ہے۔

نجاستِ غلیظہ کے احکام:

۱۔ جس حد تک نجاست کا دھونا فرض ہے۔ اگر اس نجاست کے ہوتے ہوئے نماز شروع کر دی ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ اس نماز کو دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

۲۔ پانی سے استنجا کیے بغیر نماز شروع کر دی اور نجاست کم مقدار میں تھی تو نماز مکروہ ہوگی، گو لوٹانا ضروری نہ ہوگا۔

۳۔ نجاستِ غلیظہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا خواہ کم مقدار میں ہو۔

۴۔ کھانے میں کوئی نجاست ذرا سی بھی پڑ جائے تو وہ کھانا ناپاک ہو جائے گا۔

نجاستِ خفیفہ کے احکام:

نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے، تو جس حصہ پر لگی ہے تو اس کے چوتھائی سے

کم ہونے کی صورت میں دھونا واجب نہیں، چوتھائی سے زیادہ ہو تو فرض ہے، دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

نجاستِ خفیفہ اگر ٹھہرے ہوئے پانی میں پڑ جائے تو وہ نجسِ خفیف ہو جاتا ہے۔

نجاست کے عمومی احکام:

۱۔ دُودھ پیتا چھوٹا بچہ اگر منہ بھر دُودھ ڈال دے تو وہ نجس کے حکم میں ہوگا، لیکن اس کا دھونا ضروری ہوگا۔

۲۔ مٹی، پتھر اور اینٹ کے فرش یا دیواریں وغیرہ خشک ہو جانے اور نجاست کا اثر جاتے رہنے پر پاک ہو جاتی ہیں۔

۳۔ ایسے کمبل، کپڑے یا گدے وغیرہ جو نچوڑے نہ جاسکتے ہوں، ان کے دھونے اور پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دھو کر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ پھر دوسری، تیسری مرتبہ بھی اسی طرح کریں۔ تاہم جس قدر ملنا اور نجاست نکلنا ممکن ہو اُس کی پوری کوشش کی جائے۔

۴۔ ناپاک چیز جل کر راکھ ہو جائے تو راکھ پاک ہے۔

استنجا

استنجے کی احتیاتیں:

☆ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی:

''تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانہ میں پہلے پیشاب، پھر اس میں غسل یا وضو کرے، کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں''۔

(سُنن ابی داؤد)

بیت الخلا جانے کی دُعا:

☆ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنوں سے''

قضائے حاجت کے بعد کی دُعا:

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

''تمام حمد و سپاس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے گندگی دُور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی''

(سُنن نسائی)

پنجگانہ نمازوں کے اوقات

نماز فجر:

صبح صادق سے سورج کے طلوع ہونے تک

نماز ظہر:

نصف النہار (یعنی سورج کے ڈھلنے سے اس وقت تک جبکہ ہر چیز کا سایہ دو مثل (ڈبل) ہو جائے۔

نماز عصر:

ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد غروب آفتاب تک۔

نماز مغرب:

غروب آفتاب سے شفق کی سرخی اور سپیدی غائب ہو جانے تک۔

نماز عشاء:

شفق کی سرخی اور سپیدی آسمان سے غائب ہو جانے کے وقت سے صبح صادق تک۔
افضل یہ ہے کہ نمازیں اوّل وقت ادا کی جائیں اور یہ احساسِ فرض کا عین تقاضہ ہے۔

پنجگانہ نمازوں کی حکمتیں

نماز فجر:

صبح نیند سے اُٹھنے کے وقت فرض کی گئی ہے تا کہ سب سے پہلا کام بارگاہِ قدوسیت میں حاضری اور عجز و نیاز کے اظہار سے ہو۔ دوپہر زوالِ آفتاب تک کوئی نماز فرض نہیں کی گئی تا کہ ہر شخص اس طویل وقفہ میں اپنے کام کاج اور ذمہ داریاں پوری کر سکے۔

نماز ظہر:

پورے آدھے دن کے وقفہ کے بعد فرض کی گئی ہے اور اس میں بھی یہ سہولت دی گئی کہ خواہ اوّل وقت ادا کی جائے یا اپنے حالات کے مطابق گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر کر کے ادا کر لے۔ مقصد یہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے غیر حاضری کی مدّت اس سے زیادہ طویل نہ ہو۔

نماز عصر:

شام کے آثار شروع ہونے کے وقت فرض کی گئی ہے۔ یہ وقت بالعموم کام کاج سے رخصت پانے اور تفریحی مشاغل میں مشغول ہو جانے کا ہوتا ہے۔ بندگی کا تقاضہ ہے کہ بندہ اس وقت بھی اپنے اللہ پاک کو یاد رکھے۔

نماز مغرب:

دن کے ختم ہونے پر فرض کی گئی ہے۔ دن کے خاتمے اور رات کے آغاز کے وقت بھی بندہ بارگاہِ حق میں حاضر ہو کر اس کی حمد و ثناء کرتا ہے۔

نماز عشاء:

رات کو سونے سے قبل لازم کی گئی ہے تا کہ روزانہ کی زندگی کا آخری عمل بھی نماز ہو۔

وقت پر نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام

(احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)

نماز فجر:

رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ اَسْفِرُوابالْفَجرِ فَاِنَّہٗ اعظَمُ لِلْاَجرِ

''صبح کا اُجالا پھیل جانے پر فجر کی نماز پڑھ لو، کیونکہ اس میں اجروثواب زیادہ ہے''۔

(سنن ابی داود، جامع ترمذی، مسند دارمی)

نمازظہر:

نمازظہر کے بارے میں حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ اِذَا اَشْتَدَّ الْحَرُّ فَابْرِ دُوْا بِالظُّهرِ فَاِنَّ شَدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّم۔

''جب گرمی زیادہ ہوتو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو۔ گرمی کی شدّت آتشِ دوزخ سے ہے''۔

(صحیح بخاری)

حضوراکرم ﷺ کا اپنا عمل بھی ملاحظہ فرمایئے:

حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

☆ اِذَا كَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّل۔

''جب گرمی ہوتی تو دیر کر کے ٹھنڈے وقت ظہر کی نماز پڑھتے اور جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی (اوّل وقت) پڑھ لیتے''۔

(سنن نسائی)

نمازمغرب:

مغرب کی نماز بھی حضوراکرم ﷺ اوّل وقت ہی ادافرماتے تھے۔

حضرت ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

☆ لایزالُ اُمَّتِی بِخَیرٍ اَوقال علی الفطرۃ مالم یُؤَخِّرُوا

المغرِبَ الیٰ اَن تَشْتَبِكَ النُّجُومُ

''میری امّت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی (یا فرمایا کہ) طریقۂ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب کی نماز اتنی تاخیر کر کے نہ پڑھیں کہ ستارے ظاہر ہو جائیں''

(سنن ابی داؤد)

نماز عشاء:

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

☆ انا أعلمُ بوقتِ هذهِ الصّلوٰة صلوٰة العشاءِ..........

''میں نماز عشاء کے وقت کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں''

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جس وقت چاند کی تیسری رات میں چاند غروب ہوتا ہے''۔

(سنن ابی داؤد، مسند دارمی)

یاد رہے تیسری رات میں چاند اکثر غروب آفتاب کے تقریباً ڈیڑھ سے دو گھنٹے کے درمیان غروب ہوتا ہے.......... یہ تھا نمازِ عشاء کی ادائیگی کے لئے حضور ﷺ کا معمول۔

نمازوں میں تاخیر اور قضاء

اس مضمون کے آخر میں حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ کی یہ روایت بھی پڑھ لیجئے:

وہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

☆ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً اَوْ نَامَ عَنھَا فَکَفَّارَ تُھَا اَنْ یُصَلِّیَھَا اِذَا ذَکَرَھَا۔

''جب کوئی شخص نماز بھول جائے یا نماز کے وقت سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے یا سو کر اُٹھے اُسی وقت پڑھ لے''۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تقدیرِ الٰہی سے نادانستہ نماز رہ جائے یا ارادہ کے باوجود سوتے ہوئے نماز کا وقت نکل جائے تو کفارہ نہیں ہوتا۔ فوراً فوت شدہ نماز ادا کر لینی چاہیئے۔ گناہ اور جرم جب ہے کہ آدمی دانستہ اور جاگتے ہوئے نماز قضا کر دے۔

اذان کا بیان

فرض نمازوں سے قبل بلند آواز سے اذان دینا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ (ھدایہ) حکم ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے باآوازِ بلند اذان دیجائے۔ مقصد یہ ہے کہ اذان سن کر سب جمع ہو جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں مسجد میں ہوں یا باہر اذان سنّتِ نبویؐ ہے۔

اذان کیا ہے؟

اذان نماز کا بلاوا ہے۔ توحیدِ خداوندی اور رسالتِ محمدیہؐ (علیٰ صاحبا الصّلوٰۃ والسّلام) کا اعلان ہے۔ عبادتِ الٰہی کے لئے ندا ہے اور فلاح و کامیابی کی صدا ہے۔

اذان کے کلمات:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
آؤ نماز کی طرف	آؤ نماز کی طرف
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ	حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
آؤ کامیابی کی طرف	آؤ کامیابی کی طرف
اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے	اللہ سب سے بڑا ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

فجر کی اذان:

فجر کی اذان میں **حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ** کے بعد دوبار **اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ** کہنا مستحب ہے۔ یعنی ''نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے''۔

اذان کا طریقہ:

نماز کا وقت ہو جائے تو باوضو، قبلہ رُو ہو کر، کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے اذان کہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو دُور تک اذان کا بلاوا پہنچے اکثر مساجد کے مینار اس مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

پہلی ہر دو تکبیروں کے بعد اس قدر ٹھہرے کے سننے والا اس کا جواب دے سکے اور دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد ٹھہر کر دوسرا کلمہ بلند کرے۔ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی مسجد کے مؤذن حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا **اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ** ''اذان آہستہ آہستہ یعنی ٹھہر ٹھہر کر دیا کرو''

(ترمذی)

حی علی الصّلٰوۃ کہتے وقت دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں سمت منہ

پھیرے لیکن سینہ اور پیر قبلہ کی طرف ہی رہیں۔

اذان دیتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لی جائیں۔ حضور رسولِ کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ حکم دیتے ہوئے فرمایا انہ اِرْفَعُ لِصَوْتِكَ ''ایسا کرنے سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہو جائے گی''

(سنن ابنِ ماجہ)

چند مسائل:

۱۔ مقررہ مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر کوئی دوسرا شخص اذان نہ کہے۔

۲۔ نابالغ کا اذان کہنا جائز ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ (ناپسندیدہ امر) ہے۔

۳۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت بند کر دی جائے۔ قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں واضح طور پر اس کی ممانعت موجود ہے۔

اذان کا جواب:

مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کی اذان سُننے والا اذان کا جواب دے۔ حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے صدق دل سے اذان کے کلمات کا جواب دیا دَخَلَ الْجَنَّه ''وہ جنت میں جائے گا''۔

(صحیح مسلم)

اذان کے جواب کا طریقہ یہ ہے کہ سننے والا اپنے طور پر خاموشی سے وہی کلمات دہراتا جائے جو مؤذن بلند آواز سے کہے۔ مگر جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سُننے والا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔ اشهد انّ محمّد رسول اللّٰه کے جواب میں اس کے اعادہ کے علاوہ صلی اللّٰه علیه

وسلم بھی کہے۔

(درالمختار)

فجر کی اذان میں **الصّلٰوۃ خیر من النّوم** کے جواب میں کہے **صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ** ''تو نے سچ کہا اور اچھا کہا''۔

بیک وقت یا یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ اذانوں کی آواز کان میں پڑے تو ان میں جو قریبی اور پہلی اذان ہو اس کا جواب کافی ہوگا۔

یہ تو زبانی جواب ہے۔ عملی جواب یہ ہے کہ اذان سن کر نماز کے لئے چل کھڑا ہو اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

اذان کی ابتداء:

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیّبہ تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کی تعمیر ہوئی تو ضرورت محسوس ہوئی کہ نماز کا وقت ہونے کے اعلان کا کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ کسی نے کہا بطور علامت کوئی خاص جھنڈا بلند کیا جائے۔ کسی نے رائے دی کہ کسی بلند جگہ آگ روشن کی جائے، اور کسی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس بجانے کی تجویز پیش کی۔

رسولِ کریم ﷺ کو کسی تجویز پر اطمینان نہ ہوا اور اس بارے میں متفکر رہے۔ آپ ﷺ کی اس فکرمندی نے بعض صحابہ کرام کو بہت پریشان کر دیا۔ ایک انصاری حضرت عبد اللہ بن عبد ربّہ بہت ہی بے چین ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس رات خواب دیکھا۔ اس خواب میں انہیں اذان اور اقامت کی تلقین ہوئی۔ انہوں نے صبح سویرے ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''انشاء اللہ یہ رؤیا حق ہے''۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک نصاری سے فرمایا کہ تم بلالؓ کو اذان کے کلمات یاد کرادو۔ان کی آواز بلند ہے۔وہ ہر نماز کے لئے اس طرح اذان دیا کریں۔

اس دن سے اذان کا یہ نظام قائم ہوا جو آج تک دینِ اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کا خاص الخاص شعار ہے۔چودہ سو سال سے دنیا کے ہر قریہ اور بستی میں مؤذن اپنے گلے کی پوری طاقت اور پھیپھڑوں کی پوری قوّت سے تکبیر کی صدائے دل نواز بلند کر رہے ہیں۔دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب کہیں نہ کہیں اذان نہ دی جا رہی ہو۔

تلقینِ اذان کا ایمان افروز واقعہ:

فتح مکہ کے بعد ۸ ھ کا واقعہ ہے۔رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔نماز کا وقت ہوا تو حضور ﷺ کے مؤذن نے اذان شروع کی۔

ابو محذورہ ایک شوخ نوجوان تھے۔ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔اپنے نو دوستوں کے ہمراہ انہوں نے بطورِ مذاق اذان کی نقل اتارنی شروع کردی۔حضور اکرم ﷺ نے ان سب کو بُلوا بھیجا اور فرمایا تم میں وہ کون ہے جس کی آواز سب سے بلند تھی۔

سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ بات تھی بھی سچی۔آپ ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا، انہیں روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر اذان کہو۔

ابو محذورہ کو اسلام اور داعی برحقؐ سے نفرت اور بُغض کے باوجود ناچار کھڑا ہونا پڑا۔ حضور ﷺ نے اذان کے کلمات بتلانے شروع کیئے اور فرمایا کہو:

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

اذان ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے انہیں ایک تھیلی عنایت فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔سر کے اگلے حصہ پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور پھر دستِ مبارک سینہ اور چہرہ پر اور قلب و جگر پر پھیرا اور دعا فرمائی۔ **بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ وَ بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ** ”اللہ تعالیٰ تیرے اندر برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے“۔

ابو مخدورہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دُعا اور دستِ مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرت یکسر دُور ہو گئی، ایمان اور محبت سے دل معمور ہو گیا۔ میں نے عرض کیا مجھے مکہ معظّمہ میں بیت اللہ کا مؤذن بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

چنانچہ ابو مخدورہؓ ہمیشہ مکہ معظمہ میں اذان دیتے رہے۔ ان کے عشق کا کمال یہ ہے کہ پیشانی کے جس حصہ پر حضور ﷺ نے دستِ مبارک رکھا تھا انہوں نے اس جگہ کے بال کبھی نہ کٹوائے۔

اذان اور مؤذن کی فضیلت:

☆ ''جن وانس اور ہر مخلوق جو اذان کی آواز سُنتی ہے۔ روزِ قیامت اذان دینے والے کی اذان کی گواہ ہوگی''۔ (بخاری)

☆ ''حضرت جابر جابر رضی الہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے **اِنَّ الشَّیْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوۃِ ذَھَبَ حَتّٰی یَکُوْنَ وَکَانَ الرَّوْحَا** ''جب شیطان آواز سنتا ہے تو روحا کے مقام کے برابر دور چلا جاتا ہے''(مسلم) روحا مدینہ منورہ سے کوئی ۳۶ میل دور واقع تھا۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے **اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَا قاً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ**۔ ''اذان کہنے والے روزِ قیامت دوسرے سب لوگوں کے مقابلہ میں دراز گردن (سر بلند) ہوں گے''

(صحیح مسلم)

☆ ارشادِ نبویؐ ہے ''اذان کہنے والے اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں

نکلیں گے وہ اذان بلند کرتے ہوں گے اور تلبیہ پڑھتے ہوں گے"۔

(معجم الاوسط طبرانی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"امام ضامن ہے (اس پر اپنی نماز کے علاوہ مقتدیوں کی نماز کی بھی ذمہ داری ہے) مؤذن امین ہے (اُس پر صحیح وقت پر نمازوں کے لئے بُلاوے کا اعتماد کیا جاتا ہے)۔ اے اللہ اماموں کو ٹھیک چلنے کی توفیق دے اور مؤذنوں کی مغفرت فرمادے"۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، مسند شافعی)

اذان کے بعد کی دُعا

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآءِمَةِ

اے اللہ! اے اس کامل بُلاوے اور قائم ہونے والی نماز کے رب

اٰتِ مُحَمَّدَا نِالْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ

حضرت محمد کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما

وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَا نِالَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ

انہیں اس مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے

وَارْزُقْنَاشَفَا عَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط

اور ہمیں قیامت کے دن اُن کی شفاعت عطا فرما

اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد ○

یقیناً تو وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے۔ ''جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی حَلَّتْ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ''وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہوگا''۔

(صحیح بخاری)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، عشرہ مُبشرہ میں شامل ہیں، یعنی ان دس خوش نصیب لوگوں میں جن کی بخشش کی خوشخبری خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں دی............ وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان میں شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت کے کلمات سن کر یہ کہا اس کے گناہ بخشش دیئے گئے۔

اقامت (تکبیر)

فرض نمازوں کے لئے نماز باجماعت سے قبل اذان کی طرح اقامت (تکبیر) کہنا سنت ہے بلکہ اس کی تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (شامی)

اقامت کے کلمات:

وہی ہیں جو اذان کے ہیں۔ اضافہ صرف اس قدر ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ دوبارہ کہا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے ''تحقیق نماز کھڑی ہوگئی''

تکبیر کے مسائل:

تکبیر کہنے کا حق اس شخص کو ہے جس نے اذان پڑھی ہو۔ حضرت زیادؓ بن الحارث صُدائی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فجر کی اذان کا حکم دیا۔ مین نے اذان دی۔ اقامت کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اَخاَ صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَھُوَ یُقِیْمُ۔ ''تمہارے بھائی صُدائی نے اذان دی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے''۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ اذان اور تکبیر کے درمیان دُعا کا خاص وقت ہے۔

فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی''
(ترمذی شریف)

☆ تکبیر کے کلمات جلد جلد کہنا سنت ہے، اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر تکبیر نہیں کہی جاتی۔

☆ تکبیر کے دوران اگر کوئی کلمہ رہ جائے یا آگے پیچھے ہو جائے تو جہاں یاد آئے وہیں سے لوٹ جائے اور جہاں تک صحیح تھی اس کے آگے شروع کر دے پوری اقامت از سرِ نو پڑھنا ضروری نہیں۔ (دُرِمختار)

☆ تکبیر کے کلمات کا (اذان کی طرح) جواب دینا احادیثِ نبویؐ سے منقول نہیں۔ تاہم اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے روکنا بھی لازم نہیں۔

آدابِ مسجد

مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

ا۔ مسجد کی طرف ہمیشہ پورے ادب واحترام سے چلیں، دوڑتے ہوئے داخل نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف اور مسجد کے اندر دوڑنے سے منع فرمایا ہے خواہ اس میں جماعت کی کوئی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پہلا اپنا داہنا قدم اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں:

☆ **اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ**

''اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے''۔

۳۔ مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نفل نماز پڑھنا مسنون ہے۔ اسے ''تحیۃ المسجد'' کہتے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

☆ **اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ**

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اُس کو چاہیئے کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت

پڑھے''

(صحیحین)

مسجد کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے:

☆ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا۔

''شہروں اور بستیوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ ترین مقامات) اُن کے بازار ہیں''۔

(صحیح مسلم)

☆ رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ۔

''مسجد سے باہر جانے کے بعد بھی اس کا دل مسجد ہی سے اٹکا رہے۔ جب تک پھر مسجد میں نہ آجائے''

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

☆ اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ زُوَّارُ اللّٰہِ وَحقٌّ عَلَی الْمَزُوْرِ اَنْ یُکْرِمَ زَائِرَہٗ۔

''مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (مہمان) ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اُس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام کرے''۔

(کنزل العمال)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ اِذَا رَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے، اس کی خدمت کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں''۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

☆ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ بَنیٰ لِلّٰهِ مَسْجِداً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّةِ۔

''فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے ''جو کوئی اللہ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک شاندار محل تعمیر فرمائے گا''۔

(صحیح بخاری و مسلم)

مساجد کی صفائی اور تزئین:

مساجد کی تعمیر کے علاوہ مساجد کی صفائی اور نگہداشت بھی بڑا اجر رکھتی ہے۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

☆ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ فِی الدُّوْرِ وَاَنْ یُّنَظِّفَ وَیُطَیَّبَ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجدیں بنانے کا اور اُن کی صفائی اور خوشبو کے اہتمام کا''۔

(سنن ابی داود، جامع ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ۔

''جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد کے نزدیک نہ آئے۔ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے''۔

(بخاری و مسلم)

احکامِ مسجد

احادیثِ نبوی:

☆ جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ وَشِرَائِكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ وَسَلِّ سُيُوْفِكُمْ۔

''تم اپنی مساجد سے دور الگ رکھو

اپنے چھوٹے بچوں کو اور دیوانوں کو،

اپنی خرید و فروخت کو،

اپنے باہمی جھگڑوں کو اور شور و شغب کو،

حدوں کے قائم کرنے کو

اور اپنی تلواریں بے نیام کرنے کو''۔

(سنن ابن ماجہ)

☆ يَاتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِم وَفِي اَمْرِ دُنْيَاهُم فَلَا تُجَالِسُوهُم فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيهِمْ حَجَةٌ۔

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں لوگ دنیوی معاملات پر بات چیت کرنے لگیں گے، تم اُن کے پاس نہ بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں''۔

(شعب الایمان، بیہقی)

جائز نہیں:

☆ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دینا جائز نہیں۔

مستورات کا مساجد میں آنا:

ا۔ دوسری طرف آپ ﷺ نے نیک نہاد خواتین کو فرمایا:

☆ صَلٰوتُكِ فِي دَارِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ۔

''تیری نماز تیرے اپنے گھر میں بہتر ہے۔ اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے''۔

اس ارشادِ نبویؐ کی مخاطب حضرت امِ حمید سعدیہ صحابیہ ہیں وہ خود اپنا واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

ا۔ گویا ایک طرف حضور ﷺ نے مردوں کو ترغیب دی کہ اپنی مستورات کو مسجدوں میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے سے نہ روکیں۔ دوسری طرف عورتوں کو فرمایا کہ وہ اپنے گھروں میں نماز ادا کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے............ لیکن جب عورتوں اور مردوں

کے حالات میں تبدیلی آگئی اور فتنوں کے اندیشے پیدا ہو گئے تو محرمِ اسرارِ نبوت، اُمت کی ماں، زوجِ النبی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ نے فرمایا:

☆ **لَوْاَدرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَسَلَّمَ مَا اَحدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِىْ اِسْرَائِيْل۔**

"اگر اللہ کے رسول ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (اپنی طرزِ زندگی میں) اب پیدا کرلی ہیں، تو آپ ﷺ اُن کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے۔ جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو (اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا"۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

نماز باجماعت

حکمِ جماعت:

☆ **مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِىَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْمَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِى صَلّٰى۔**

"جو شخص نماز باجماعت کے لئے مؤذن کی اذان سنے اور جماعت میں شریک ہونے میں اس کے لئے کوئی واقع عذر مانع نہ ہو مگر وہ پھر بھی شریک نہ ہو تو اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہ ہو گی"۔

صحابہؓ نے عرض کیا "واقع عذر کیا ہو سکتا ہے"؟ فرمایا "جان و مال کا خوف یا بیماری"۔

(سنن ابی داؤد، سنن دار قطنی)

ترکِ جماعت پر وعید:

☆ **لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ اَوْلَاُحَرِّقَنَّ بُيُوْتَهُمْ**

''لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ترکِ جماعت سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں میں آگ لگوادوں گا''۔

(کنز العمال، ابن ماجہ)

نماز باجماعت کی فضیلت:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

☆ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضَلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً

''باجماعت نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجے زیادہ افضل ہے''۔

(صحیحین)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''جو شخص چالیس دن تک ہر نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، اس طرح کہ اس کی تکبیر اولیٰ (پہلی تکبیر) بھی فوت نہ ہوئی ہو تو اسے دو باتوں سے نجات لکھ دی جاتی ہے، ایک آتشِ دوزخ سے دوسرے نفاق سے''۔

(جامع ترمذی)

☆ نماز باجماعت کی فضیلت کا مزید اندازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے کیجئے کہ آقائے دو جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے بحسن وخوبی وضو کیا۔ پھر وہ جماعت کے ارادہ سے مسجد کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں۔ تو اللہ بزرگ و برتر اسے جماعت میں شریک لوگوں کے برابر اجر دے گا اور ان لوگوں کے اجر وثواب میں سے کوئی کمی نہ ہوگی''۔

(سنن ابی داود، سنن نسائی)

بزرگوں کے ہاں جماعت کی قدر و قیمت:

☆ ایک دفعہ خلیفہ ثانی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک نماز جماعت سے رہ گئی تو اس کے کفارہ میں آپ نے اپنا کھجوروں کا ایک بیش قیمت باغ خیرات کر دیا۔

☆ ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کا یہ حال تھا (اللہ باپ بیٹا دونوں سے راضی) اگر کسی وقت جماعت سے رہ جاتے تو سوگ واروں کی طرح بیٹھ جاتے، اس غم میں کھانا پینا بھی چھوٹ جاتا۔

جماعت میں صف بندی:

☆ **سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ**

"لوگو! نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کو سیدھا کرنا اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزو ہے"۔

(صحیح بخاری و مسلم)

☆ حضرت رسولِ کریم ﷺ نماز میں ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے۔ برابر، برابر ہو جاؤ اور مختلف نہ ہو (آگے پیچھے نہ ہو) ورنہ اس کی سزا میں تمہارے قلوب باہم مختلف ہو جائیں گے"۔

(صحیح مسلم)

صفِ اول:

نماز باجماعت میں صفِ اوّل کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس ضمن میں ہم چند ارشاداتِ نبوی نقل کرتے ہیں۔ فرمایا:

☆ **اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِيْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ۔**

"پہلے اگلی صفیں پوری کیا کرو، پھر اس کے قریب والی تا کہ جو کمی کسر رہے وہ آخری ہی

صف میں رہے"

(سنن ابی داود)

☆ حضور اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے:

"اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کیا اجر و ثواب ہے؟ اور اس پر کیا صِلہ ملنے والا ہے تو لوگوں میں اس کے لئے ایسی کشمکش ہو کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے"

(بخاری و مسلم)

صفوں کی ترتیب:

سرورِ عالم، ہادئ برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی ترتیب کس انداز میں فرماتے تھے۔ اس کا جواب حضرت ابو مالک اشعریؓ کی زبانی سنیئے۔ فرمایا:

"کیا میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز بیان کروں"؟ پھر خود بیان کیا" آپ ﷺ نے نماز قائم فرمائی۔ پہلے مردوں کو صف بستہ کیا۔ ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی۔ اس کے بعد نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میری اُمت کی نماز کا یہی طریقہ ہے"۔

(سنن ابی داود)

اگر نمازی صرف دو ہوں یعنی ایک امام اور دوسرا مقتدی۔ تو اس مقتدی کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور جب دو ہو جائیں تو دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں، اور دوسری صف بنالیں۔

جماعت کے چند ضروری مسائل:

سنن ابی داود میں حضرت ابی ہریرہؓ کی یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

"جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ وراس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے نماز (یعنی وہ رکعت) پالی"۔

باجماعت نماز کے چند مسائل:

۱۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل ہے، مگر اس کو امامت کے لئے لازمی سمجھنہ درست نہیں۔ بلکہ ہر وقت عمامہ سر پر رہے۔

۲۔ امام تکبیر تحریمہ یا دوسری کوئی تکبیر بلند آواز کے بجائے بھول کر آہستہ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔ سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ مقتدی ایسی صورت میں امام کی پیروی کرے۔ (شامی)

اپنے مقتدیوں کی رعایت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ طویل نہ کرے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی، اور بوڑھے بھی اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز تنہا پڑھنی ہو تو جتنی لمبی چاہے پڑھے"۔ (صحیحین)

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"مجھ سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! بخدا۔ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوتا کہ وہ بہت طویل نماز پڑھاتا ہے"۔

راوئ حدیث بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں خطبہ دیا) اور میں

نے کبھی آپ ﷺ کو خطبہ کے دوران اس دن سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو (اپنے غلط طرزِ عمل سے اللہ کے بندوں کو) دُور بھگانے والے ہیں۔ جو کوئی تم میں سے لوگوں کا امام بنے اور ان کو نماز پڑھائے تو نماز اختصار کے ساتھ پڑھائے، کیونکہ ان میں ضعیف بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی اور کام کاج والے بھی''۔
(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضور ﷺ کی ذاتی مثال:

گویا اپنے مقتدیوں کی رعایت میں جہاں نماز میں اختصار کی ضرورت ہے۔ وہاں نماز کو ادھورا چھوڑنا، یا عجلت کرنا مطلوب نہیں بلکہ اس کی تکمیل اور کمال بھی اسی قدر ضروری ہے۔

مقتدیوں کی قسمیں:

کوئی مقتدی مندرجہ ذیل حالات سے خالی نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے مقتدیوں کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ مُدرِک:

جو شخص امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہوا اور آخر تک ساتھ رہا۔ اس طرح اس کو پوری نماز مل گئی۔ اسے ''مُدرک'' کہتے ہیں۔

۲۔ مَسبُوق:

جو شخص بعد میں شریکِ نماز ہوا ہو۔ ابتدا کی اُسے ایک یا کئی رکعت نہ ملی ہوں۔ وہ ''مسبُوق'' ہے۔

۳۔ لاحِق:

وہ شخص ہے جو امام کے ساتھ ابتدا سے شریکِ نماز ہوا، مگر بعد میں اس کی ایک یا زیادہ رکعات جاتی رہیں۔ مثلاً درمیان میں قعدہ یا سجدہ میں آنکھ لگ گئی اور اس دوران امام نے ایک یا

چند رکعات پڑھ لیں۔

۴۔ مسبُوق لاحِق:

وہ شخص ''مسبوق لاحق'' کہلاتا ہے جو بعد میں شریکِ نماز ہوا اور اس کے بعد اس کی ایک زیادہ رکعات لاحق کی طرح جاتی رہیں۔

ان چاروں صورتوں میں مسائل کی نوعیت مختلف ہے۔ اس لئے احکام بھی مختلف ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لئے ہم ہر ایک کے ضروری احکام و مسائل جدا جدا بیان کرتے ہیں۔

مقتدیوں کے عمومی مسائل:

۱۔ امام کی قرأت سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ احناف کے نزدیک کسی مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(ہدایہ)

۲۔ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہو۔ مثلاً امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے مقتدی فرض نماز کی نیت نہیں کر سکتا۔ یا امام ادا نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی اپنی قضا نماز اس کے پیچھے ادا نہیں کر سکتا۔ البتہ امام فرض پڑھ رہا ہو تو مقتدی نفل کی نیت سے اقتدا کر سکتا ہے۔

۳۔ مقتدی خواہ اکیلا ہو امام سے آگے یا بالکل برابر نہ کھڑا ہو اور پیچھے کھڑا ہو۔ یعنی کم از کم اس کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے ہو۔

۴۔ مقتدی مسجد کی چھت پر مسجد سے ملحقہ مکان میں یا میدان میں امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ

(الف) امام سے آگے نہ ہو جائے۔

(ب) درمیان میں کوئی شئے اقتداء سے روکنے والی نہ ہو۔

(ج) درمیان میں زیادہ فاصلہ نہ ہو، مثلاً عام گزرگاہ وغیرہ۔

(د) امام کی تکبیروں کی آواز وہاں تک پہنچ سکتی ہو، براہِ راست یا مکبر اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ۔

.................بصورت دیگر نماز نہ ہوگی

۵۔ مقتدیوں کی صفوں کے درمیان بھی اس قدر فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جس سے کوئی سواری گزر سکے۔

۶۔ ایک شخص فرض نماز پڑھ چکا ہو اور اسے جماعت مل جائے تو وہ نفل نماز کی نیت کر کے جماعت میں شریک ہو سکتا ہے.....................لیکن فجر اور عصر کی نماز میں نہیں۔

۷۔ مقتدی نے ابھی رکوع یا سجدہ میں تسبیح تین بار بھی نہ کہی ہو، یا قعدہ میں تشہد ابھی مکمل نہ کی ہو اور امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھا لیا یا قعدہ سے کھڑا ہو گیا تو مقتدی بھی اس کے پیروی کرے۔ تسبیح یا تشہد مکمل کرنے کے لئے تاخیر روا نہیں۔

۸۔ مقتدی اگر امام سے پہلے دوسرا رکن کر لے، خواہ کسی وجہ سے ہو تو مقتدی کو پھر لوٹ آنا چاہیئے۔

مسبُوق کیسے شریکِ جماعت ہو؟

وہ شخص جو ابتداء سے نماز میں شریک نہیں تھا۔ بعد میں شامل ہوا، وہ مسبوق ہے۔ مسبوق پہلے نماز کی نیت کرے (خواہ دل میں ہو) پھر اطمینان کے ساتھ، کھڑے ہو کر، تکبیر تحریمہ کہہ کر، ہاتھ باندھے (امام رکوع میں ہو تو دوبارہ تکبیر **(اللہ اکبر)** کہہ کر رکوع میں جائے۔

اگر ایک دفعہ بھی **سبحان ربی العظیم** کہہ لیا۔ یا امام کے **سمع اللہ لمن حمدہ** کہنے سے قبل رکوع میں شامل ہو گیا تو یہ رکعت ہو گئی۔ ورنہ نہیں.................

لیکن یہ امر ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ ہر رکعت ملے یا نہ ملے، امام جس حال میں ہو، اس کے ساتھ شریکِ جماعت ہو جانا ہی اقتدائے امام ہے۔

بعض حضرات امام کو رکوع میں دیکھ کر رکعت حاصل کرنے کی خاطر دوڑ کر آتے ہیں، یہ صورت یکسر منع ہے.....................اس طرح کہ جلدی جلدی نیت کی اور **اللہ اکبر** کہہ کر بغیر ہاتھ باندھے سیدھے رکوع میں چلے گئے۔ یہ بھی درست نہیں۔ یاد رکھیں نیت کرنا، کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا، ہاتھ باندھنا، دوبارہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا ضروری ہے۔

مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

مسبوق (بعد میں شریکِ جماعت ہونے والا) آخر تک امام کے ساتھ شریکِ نماز رہے۔ البتہ جب امام سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ پہلے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے۔

چھوٹی ہوئی رکعات کو اس طرح ادا کرے گویا اس نے ابھی نماز شروع کی ہے۔ مثلاً:

(الف) ایک رکعت چھوٹی ہو تو کھڑے ہو کر ثنا، تعوذ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے۔

(ب) دو رکعات رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے۔

(ج) تین رکعات رہ گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں اور رکعت پوری کر کے قعدہ کریں .... دوسری رکعت فاتحہ اور سورۃ کے ساتھ پڑھیں اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں .... تیسری رکعت میں صرف فاتحہ پڑھیں، سورۃ نہ پڑھیں اور رکوع و سجود کے بعد حسب قاعدہ نماز مکمل کر کے سلام پھیر دیں۔

(د) مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ ہو یعنی دو رکعات رہ گئی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورۃ پڑھیں اور رکعت مکمل کر کے قعدہ کریں۔

دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکعت پوری کریں اور قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیر دیں۔

مسبوق کی بھول کے مسائل:

۱۔ مسبوق اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر لے۔ خواہ دونوں طرف ہو تو بھی کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے اور بعد میں سجدہ سہو کر لے نیز سلام کلام کرنے سے بھی

نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۔ اگر مسبوق امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو گیا اور امام نے سجدہ سہو کیا تو مسبوق لوٹ آئے اور بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو جائے۔

۳۔ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرنا چاہیئے۔ البتہ سجدہ سہو میں امام کے ساتھ شریک ہو، پھر جب امام سجدہ سہو کے بعد دائیں طرف سلام پھیر لے تو حسب قاعدہ مقتدی اپنی باقی نماز پوری کرے۔

۴۔ اگر امام آخری رکعت میں تشہد کے بعد کھڑا ہو جائے مثلاً چار رکعت کے بعد بھی پانچویں رکعت شروع کر دے تو مسبوق اس کی پیروی نہ کرے، خاموش بیٹھ کر انتظار کرے۔ اگر امام لوٹ آئے تو مسبوق اس کے ساتھ سجدہ سہو کرنے کے بعد حسب قاعدہ اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ اگر امام نہ لوٹے بلکہ پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لے تو مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔

۵۔ اگر مسبوق کو اپنی بقیہ نماز ادا کرتے ہوئے کوئی سہو ہو جائے تو آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

لاحق اپنی نماز کیسے پوری کرے؟

یعنی جماعت کے دوران سو جانے، یا ہجوم کے سبب سجدہ وغیرہ نہ کر سکنے کے سبب، یا کسی وجہ سے کوئی رکعت یا رکن رہ جائے تو وہ کیسے ادا کرے؟ اگر سو جانے کے سبب کوئی رکعت رہ گئی تھی، تو جس وقت جاگے، پہلے اپنی چھوٹی ہوئی نماز کو (امام کا ساتھ چھوڑ کر) پڑھ لے اور اس طرح پڑھے جیسے امام کے ساتھ پڑھتا ہے، یعنی قیام میں قرأت نہ کرے .... جب چھوٹی ہوئی نماز پوری ہو جائے تو امام کے ساتھ ہو کر باقی نماز پوری کر لے۔ اس دوران اگر امام نے سلام پھیر دیا تو باقی نماز دستور کے مطابق پوری کرے۔

لاحق سے اگر کوئی غلطی ہو جائے اور سجدہ سہو لازم آجائے تو اس کو ادا کرنا واجب نہیں۔

کیونکہ وہ اس وقت بھی امام کا مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

دوسری جماعت:

۱۔ ایسی مسجد میں جہاں نہ امام مقرر ہو، نہ مؤذن اور نمازی بھی باقاعدہ نہ ہوں۔ اس میں دوسری جماعت، دوسری اقامت کے ساتھ بلا کراہت درست ہے۔

۲۔ محلہ کی مسجد میں امام اعظمؒ کے نزدیک مصلّے ہٹا کر، جگہ تبدیل کرنے سے بھی جماعت ثانی میں کراہت رہتی ہے۔ اس کی حکمت اور علت ظاہر ہے کہ اس اجازت سے فائدہ اُٹھا کر قصداً جماعتِ اُولٰی کو ترک کرنے کی عادت کا خطرہ ہے نیز اس سے سُستی اور کاہلی کے علاوہ جماعت کا وقار برقرار رہنا مشکل ہو جائے گا۔

۳۔ مسجد میں دوسری جماعت کی نوبت اس صورت میں آتی ہے کہ نمازی مقررہ وقت پر نہ پہنچے ہوں اور یہ بات بجائے خود پسندیدہ نہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ نماز ہے جو وقت پر ادا کی جائے۔

۴۔ مسجد کے علاوہ جہاں کچھ نمازی جمع ہو جائیں، باجماعت نماز ادا کریں جماعت سے قبل اقامت (تکبیر) کہنا سُنّت ہے۔ اگر مسجد کی اذان کی آواز وہاں آتی ہے تو اذان نہ دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ بصورتِ دیگر اذان بھی سُنّتِ نبویؐ ہے۔

نماز میں لُقمہ دینا

(امام کو غلطی پر متوجہ کرنا)

طریقہ:

امام سے قرأت میں غلطی ہو جائے تو مقتدی غلطی پر امام کو متوجہ کرنے (لقمہ دینے) کی نیت سے وہ آیت صحیح پڑھ دے اور امام اپنی غلطی کو درست کر لے۔

امام سے اگر کسی اور رکن میں غلطی ہو جائے تو حسب موقع سبحان اللہ یا اللہ اکبرَ

دے۔ سبحان اللہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (عالمگیری) لقمہ دینے سے نہ امام کی نماز میں خلل پڑتا ہے، نہ مقتدی کی نماز میں خرابی واقع ہوتی ہے۔

چند مسائل:

۱۔ اگر امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو اور متشابہ لگ جائے تو امام رکوع کر لے تا کہ لقمہ دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

۲۔ جو شخص جماعت میں شریک نہ ہو اُس سے لقمہ لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۳۔ اگر امام پہلا قعدہ کرنا بھول کر آدھے سے زیادہ کھڑا ہو جائے تو قعدہ کے لئے اشارہ نہ کریں، نیز یہ کہ امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی نہ بیٹھے رہیں۔

۴۔ قعدہ آخیرہ میں اگر امام بھول کر کھڑا بھی ہو جائے تو لقمہ دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر امام نہ بیٹھے تو خود بھی کھڑے ہو جائیں۔

۵۔ مقتدی کسی صورت میں امام کو اپنی اقتداء کے لئے مجبور نہ کریں، بلکہ امام کی پیروی کریں، غلطی پر صرف لقمہ دے دیں۔

۶۔ اگر مقتدی، غلطی سے امام کو غلط لقمہ دے دے، اور امام نہ مانے تو اس سے اس کی نماز میں خلل نہیں پڑتا۔ لیکن لقمہ دینے کے لئے احتیاط لازم ہے۔

نماز کے مسائل

ا۔ شرائطِ نماز

۱۔ **جسم پاک ہونا:**

نماز کے تیرہ فرض ہیں، جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ان میں سات باہر کے ہیں انہیں شرائطِ نماز کہتے ہیں۔ چھ اندر کے ہیں انہیں ارکانِ نماز کہتے ہیں۔

ہم پہلے شرائط نماز بیان کرتے ہیں۔

نماز کی اولین شرط یہ ہے کہ جسم ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

یعنی جسم پر نہ حقیقی (ظاہری نجاست) ہو جیسے بول و براز یا خون وغیرہ۔ نہ حکمی نجاست ہو، یعنی وہ نجاست جو ظاہر تو نظر نہیں آتی لیکن شریعت کے حکم سے نجاست میں داخل ہے۔ جیسے وضو نہ ہونا یا غسل کی حاجت ہونا۔

۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا:

جو کپڑے نمازی کے جسم پر ہوں ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مثلاً کُرتہ، پاجامہ، زیر جامہ، ٹوپی، عمامہ، وغیرہ۔

یہ سب کپڑے نجاست سے پاک ہوں، نجاست غلیظہ ایک درہم تک معاف ہے اور نجاستِ خفیفہ چوتھائی کپڑے تک معاف ہے۔ ان کے تفصیلی احکام کتبِ فقہ میں ''نجاستیں اور ناپاکی'' کے زیرِ عنوان ملاحظہ کرلیں۔

۳۔ جگہ پاک ہونا:

نماز کی جگہ کا پاک ہونا تیسری شرط ہے۔ یعنی وہ جگہ جو نمازی کے دونوں قدموں اور گھٹنوں، نیز ہاتھوں اور سجدہ کی جگہ کے درمیان ہو۔

۴۔ سَتر چھپانا:

سَتر سے مراد ہے مَرد کا ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ اور عورت کے لئے دونوں ہتھیلیوں، پاؤں اور منہ کے سوا تمام جسم۔

۵۔ نماز کا وقت ہونا:

نماز کے لئے پانچویں شرط ہے کہ نماز شریعت کے مقرر کردہ وقت پر ادا کی جائے۔ قبل از وقت پڑھنے سے ادا نہ ہوگی اور وقت گزرنے کے بعد قضا ہوگی۔

۶۔ استقبالِ قبلہ (قبلہ رُو ہونا)

بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف رُخ ہونا نماز کی چھٹی شرط ہے۔ اسے کعبۃ اللہ اور بیت

اللہ الحرام بھی کہتے ہیں۔ اللہ کا گھر سعودی عرب کے شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ جو ہمارے ملک پاکستان، ہندوستان، وغیرہ کے مغرب کی سمت میں ہے۔

۷۔ نیت کرنا:

نماز کی ساتویں شرط نماز کی نیت کرنا ہے۔ مثلاً جس وقت کی جو نماز اور جس قدر رکعتیں ادا کرنی ہوں، اُن کی نیت کرنا۔ دل کے علاوہ زبان سے بھی نیت کرنا مستحب ہے۔

شرائطِ نماز کے متفرق مسائل:

۱۔ پٹرول پاک ہے، اس سے کپڑے دھونا جائز ہے۔

۲۔ زمین پر اگر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑگئی اور خشک ہوگئی، بدبُو بھی جاتی رہی تو وہ پاک ہوگئی اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔

۳۔ اگر قبلہ کی صحیح سمت معلوم نہ ہو اور کسی ذریعہ سے معلوم بھی نہ ہو سکتی ہو تو اپنے گمانِ غالب سے (جس طرف دل گواہی دے) اُس طرف رُخ کر کے نماز ادا کرلے لیکن خوب سوچ کر فیصلہ کرے۔

۴۔ دورانِ نماز اگر صحیح سمتِ قبلہ معلوم ہو جائے تو نماز کے دوران ہی اُس طرف رُخ کرلے۔

۵۔ نماز کے بعد اگر معلوم ہو کہ صحیح سمت کچھ اور تھی، نماز پھر بھی ہو جائے گی۔ دوبارہ دوہرانا ضروری نہیں۔

۲۔ ارکانِ نماز

ارکانِ نماز سے مراد وہ چھ فرض ہیں جو نماز کے اندر لازم ہیں۔

۱۔ **تکبیرِ تحریمہ:**

نیت باندھتے وقت سیدھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنا پہلا رکن ہے بلا عذر جھکے جھکے کہنا کافی نہیں۔

۲۔ **قیام (کھڑا ہونا):**

فرض اور واجب نمازوں میں ایسے سیدھے کھڑا ہونا کہ گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ البتہ بیماری، زخم یا کسی اور قوی عذر کی صورت میں بیٹھ کر تمام نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

۳۔ **قرأت:**

قرأت سے مراد ہے کہ سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی کم از کم ایک آیت پڑھنا۔ فرض کہ پہلی دو رکعات میں نیز وتر، سنت اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی بڑی سورۃ یا تین آیات یا کم از کم ایک بڑی آیت پڑھنا واجب ہے۔

سورۃ فاتحہ فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

۴۔ **رکوع کرنا:**

رکوع یہ ہے کہ اس قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس قدر جھکیں کہ سر اور کمر برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جُدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے معذور کو اس سے کم وبیش بلکہ سر کے اشارہ سے رکوع کر لینے کی اجازت ہے۔

۵۔ **سجدے کرنا:**

زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر رکھنا چاہیئے۔ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اور بلاعذر صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہ ہوگا۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں۔

۶۔ **قعدہ اخیرہ:**

نماز کے آخر میں اَلتّحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا تمام نمازوں میں فرض ہے۔خواہ فرض نماز ہو،یاسنت یاواجب اورنوافل۔

۳۔ واجبات نماز

نماز کے واجبات چودہ ہیں۔جن کا نمازِ میں ادا کرنا ضروری ہے۔اگران میں سے کوئی قصداً چھوڑ دیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔اگر سہواً (بھول کر) رہ جائے اور سجدہ سہوادا کرلیا جائے،تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

۱۔ فرض نمازوں کی دو رکعات میں قرأت کرنا۔

۲۔ فرض نمازوں کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ،ر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۳۔ فرض نمازوں ،کی پہلی دو رکعات میں اور واجب ،سنت اور نوافل کی تمام رکعات میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا آیت پڑھنا۔

۴۔ پہلے سورۃ فاتحہ اور بعد میں سورۃ یا آیت پڑھنا۔

۵۔ نماز کے ارکان میں ترتیب قائم رکھنا۔مثلاً قرأت ،رکوع ،سجدہ وغیرہ ترتیب سے کرنا۔

۶۔ رکوع کے بعد قومہ کرنا (سیدھا کھڑا ہونا)

۷۔ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا (سیدھا بیٹھنا)

۸۔ تعدیلِ ارکان (رکوع ،سجدہ ،قیام ،قعدہ وغیرہ آرام اور سکون سے کرنا)

۹۔ دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا (بیٹھنا)

۱۰۔ دونوں قعدوں میں تشہد (التحیات) پڑھنا۔

۱۱۔ امام مندرجہ ذیل نمازوں میں جہر کرے یعنی اس قدر بلند آواز سے قرأت کرے کہ

دوسرا شخص سُن سکے:

نماز فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح، رمضان المبارک کے وتر

امام مندرجہ ذیل نمازوں میں آہستہ قرأت کرے: نماز ظہر، نماز عصر

۱۲۔ کم از کم السّلام کہہ کر نماز ختم کرنا۔

۱۳۔ نماز وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

۱۴۔ نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

نوٹ: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جان بوجھ کر ان میں سے کوئی واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔ بھول کر غلطی ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔

۴۔ سُنَنِ نماز

نماز کے وہ عمل جو حضرت رسولِ کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان کا درجہ فرض اور واجب کے برابر تو نہیں، لیکن چھوڑنے والا تارکِ سنت اور ملامت کا مستحق ہے۔ نماز ہو جائے گی۔

۱۔ تکبیرِ تحریمہ سے قبل دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور قبلہ رخ رکھنا۔

۳۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر نہ جھکانا۔

۴۔ امام تکبیر تحریمہ اور دوسری تکبیریں اونچی آواز سے کہے۔

۵۔ ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا۔

۶۔ ثنا پڑھنا۔

۷۔ تعوذ (**اَعُوذُ باللّٰہ**) پڑھنا۔

۸۔ تسمیہ (**بسم اللّٰہ**) پڑھنا۔

۹۔ فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

۱۰۔ سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

۱۱۔ ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ سے پڑھنا۔

۱۲۔ قرأت سنت کے مطابق کرنا۔

۱۳۔ رکوع و سجود میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا۔

۱۴۔ رکوع میں سر اور پشت کو برابر رکھنا اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۱۵۔ قومہ میں امام **سمع الله لمن حمده** کہے۔ مقتدی **ربنا لك الحمد** کہے اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) دونوں کلمات کہے۔

۱۶۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، اس کے بعد پیشانی زمین پر رکھے۔

۱۷۔ سجدہ میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا۔ ہاتھوں کی انگلیاں اور انگوٹھے کانوں کی سیدھ میں رکھنا۔

۱۸۔ جلسہ اور قعدہ میں اس طرح بیٹھے کہ بایاں پاؤں بچھا ہوا اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا ہو کہ انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے ہوں۔

۱۹۔ تشہد (التحیات) میں **اشهد ان لا اله الا الله** پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۲۰۔ قعدہ آخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔

۲۱۔ درود شرف کے بعد قعدہ آخیرہ میں دعا پڑھنا۔

۲۲۔ سلام پھیرنا۔ پہلے دائیں سمت پھر بائیں سمت۔

۵۔ مستحباتِ نماز

وہ پانچ باتیں نماز میں جن کی پابندی مُستحسن ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہتھیلیاں آستینوں سے باہر نکال لینا۔

۲۔ رکوع اور سجدہ میں تنہا نماز پڑھنے والا تین سے زیادہ مرتبہ تسبیح کہے۔ مثلاً پانچ یا سات

بار۔

۳۔ نگاہ درست رکھنا، یعنی:

قیامت کی حالت میں سجدہ کے مقام پر

رکوع میں اپنے قدموں پر

جلسہ اور قعدہ کے وقت اپنی گود پر

سلام پھیرتے وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رکھنا

۴۔ کھانسی کو حتی الامکان روکنا

۵۔ جمائی میں منہ بند رکھنا، اگر کھُل ہی جائے اور قیام کی حالت میں ہو تو دائیں ہاتھ کی پُشت منہ پر رکھ لے۔ قیام کے علاوہ دوسری صورتوں میں بائیں ہاتھ کی پُشت منہ پر رکھ لے۔

۶۔ مفسداتِ نماز

مفسداتِ نماز ان باتوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔

۱۔ نماز میں کلام کرنا، بھُول کر یا قصداً تھوڑا ہو یا زیادہ مفسدِ نماز ہے۔

۲۔ کسی کو نماز کے دوران سلام کرنا، کسی لفظ سے بھی ہو۔

۳۔ کسی کو سلام کا جواب دینا۔ چھینکنے والے کو **یرحمك الله** کہنا، یا امام کے علاوہ کسی اور شخص کی دُعا پر آمین کہنا۔

۴۔ کسی بُری خبر پر **انا الله**، اچھی خبر پر **سبحان الله** وغیرہ کہنا۔

۵۔ درد یا رنج کی وجہ سے کوئی کلمۂ افسوس کہنا۔

۶۔ اپنے امام کے سوا کسی اور کو لُقمہ دینا (غلطی بتلانا)

۷۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا (اگر وہ آیت دیکھ کر پڑھی ہے جو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۸۔ قرآن مجید پڑھنے میں کوئی شدید غلطی کرنا۔ جس سے لفظ کا معنی بگڑ جائے۔

۹۔ عملِ کثیر یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ اندازہ کرے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

۱۰۔ قصداً یا بھول کر نماز میں کھانا پینا۔

۱۱۔ دو صفوں کے برابر چلنا۔

۱۲۔ قبلہ کی طرف سے بلا عذر سینہ پھیر لینا۔

۱۳۔ ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔

۱۴۔ بقدر ایک رُکن سَتر کھُلا رہنا۔

۱۵۔ درد یا مصیبت کے سبب یوں رونا کہ حروف ظاہر ہو جائیں۔

۱۶۔ نماز میں قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔ اگر ایسے قہقہہ مارا کہ پاس والے بھی سن لیں تو وضو بھی جاتا رہا۔ (منیۃ المصلی)

۱۷۔ امام سے آگے بڑھ جانا۔

مفسداتِ نماز کے متفرق مسائل:

☆ نماز میں **اللہ اکبر** کہتے وقت اگر الف کو بڑھا دیا یعنی **آللہ** کے بجائے **اٰللہ** یا **اَکبر** کو **آکبر** کہہ دیا یا **اکبار** کہہ دیا تو نماز نہ ہوگی۔

☆ سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے اونچی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک بالشت کی حد تک جائز ہے۔ لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

☆ نماز میں جنت دوزخ کے خیال سے یا قرأت سے دل بھر آئے اور رقت طاری ہو جائے یا آہ بھی منہ سے نکل جائے تو نماز نہیں گئی۔

☆ نماز میں خود کو چھینک آئے اور بے ساختہ **الحمد للہ** زبان سے نکل جائے تو نماز نہیں گئی۔

عورت کا مرد کے ساتھ کھڑا ہونا:

☆ عورت، محرم ہو یا نا محرم، اگر مرد کے ساتھ یا برابر کھڑی ہو جائے تو مندرجہ ذیل صورتوں میں اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

☆ عورت بالغ ہو خواہ جوان ہو یا بوڑھی، خواہ ماں، بہن، بیوی ہی کیوں نہ ہو، ایسی نابالغ، جس کی طرف رغبت ہوتی ہو۔

☆ دونوں نماز پڑھ رہے ہوں۔

☆ درمیان میں کوئی پردہ وغیرہ حائل نہ ہو، یا بیچ میں ایک آدمی جتنا فاصلہ نہ ہو۔

☆ عورت نماز پڑھنے کے قابل ہو (مثلاً حیض ونفاس میں نہ ہو، پاگل نہ ہو)

☆ عورت آگے یا برابر اس طرح کھڑی ہو کہ اس کا قدم (اور پنڈلی) مرد کے جسم کے کسی حصہ کے مقابل ہو جائے۔

۷۔ مکروہاتِ نماز

بعض امور نماز میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ ان کا ترک کرنا اور ان سے پرہیز کرنا بے حد ضروری ہے۔ بطور مثال ہم بعض کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ا۔ لباس اور کپڑوں کے سلسلہ میں:

☆ کپڑے غیر ضروری طور پر لٹکانا، مثلاً چادر کے دونوں سرے لٹکائے رکھنا، یا رومال وغیرہ یونہی کاندھوں پر ڈال لینا۔

☆ نماز کے دوران کپڑے سمیٹنا یا ہاتھ سے روکنا۔

☆ اپنے کپڑوں سے کھیلنا، چادر وغیرہ اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

☆ کُہنیاں کھلی رکھنا (مردوں کا) اپنے ٹخنوں کو پاجامہ وغیرہ سے ڈھکے رکھنا۔

☆ جاندار کی تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا۔

☆ میلے کچیلے یا ایسے پڑے پہن کر نماز پڑھنا، جنہیں پہن کر مجمع میں جانا پسندیدہ نہ ہو۔

۲۔ اعضائے بدن کے سلسلہ میں:

☆ بالوں کو سر پر جمع کر کے جوڑا باندھنا۔

☆ انگلیاں چٹخانا،

☆ کمر، کوکھ یا کولہے پر ہاتھ رکھنا،

☆ آنکھیں بند رکھنا

☆ انگڑائی لینا، یا بالقصد جمائی لینا، نیز جمائی روکنے کی کوشش نہ کرنا

۳۔ غلط حرکات کی صورت میں:

☆ مرد اپنی کلائیاں زمین پر بچھالے،

☆ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا،

☆ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا، یا نماز میں ہلنا،

☆ سجدہ کی جگہ سے کنکریاں ہٹانا،

☆ بلاعذر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا،

۴۔ امام اور مقتدی کے لئے:

☆ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا یعنی قدم بھی محراب کے اندر رکھنا،

☆ امام کا اپنے مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچی جگہ کھڑا ہونا،

☆ امام کا اس قدر جلد جلد نماز پڑھنا کہ مقتدی تسبیح وغیرہ نہ پڑھ سکیں،

☆ مقتدیوں کا دائیں یا بائیں کسی ایک طرف زیادہ ہونا،

☆ مقتدیوں کا درمیان میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا ہونا،

☆ مقتدی کا اگلی صف میں خالی جگہ ہونے کے باوجود پچھلی صف میں اکیلے کھڑا ہونا،

☆ مقتدی کا امام سے پہلے کوئی فعل کرنا۔

۵۔ دیگر مکروہات:

☆ پیشاب یا قضائے حاجت یا ریح روک کر نماز پڑھنا،

☆ تسبیحیں یا آیات وغیرہ انگلیوں پر شمار کرنا،

☆ نماز میں خلافِ سنت کوئی کام کرنا،

☆ نمازِ عشا سے قبل سونا۔

قرأت (فاتحہ کے بعد سورۃ)

چند ضروری مسائل

واجب:

۱۔ سورۃ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا آیت فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعات کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے۔

قرأتِ مسنونہ:

۱۔ امام ہو یا منفرد ایک مقیم نمازی کے لئے سورۂ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل سورتوں کی تلاوت کرنا مسنون ہے۔ ۸٦

(الف) نماز فجر اور نماز ظہر میں طوالِ مفصّل یعنی چھبسویں پارہ کی سورہٗ الحجرات سے تیسویں پارہ کی سورہٗ بُروج تک (۴۹ نمبر سے ۸۵ تک)

(ب) نماز عصر اور نماز عشا میں اوساطِ مفصّل یعنی تیسویں پارہ کی سورۃ طارق سے سورۃ البینہ تک (۸۶ نمبر سے ۹۸ تک)

(ج) نماز مغرب میں قصارِ مفصّل یعنی آخری پارہ کی سورۃ الزلزال سے آخری سورۃ والناس تک (۹۹ سے ۱۱۴ تک)

لیکن یہ ضروری نہیں ہے، مسنون ہے۔ جو سورۃ بھی یاد ہو پڑی جاسکتی ہے۔ اپنی طرف سے کوئی خاص سورۃ مقرر کرنا بہتر نہیں۔

کوئی شخص نسیان کی وجہ سے اگر اکثر نماز کی رکعات بھول جاتا ہو، اور یاد نہ رہتا ہو۔ کتنی پڑھ لی ہیں۔ تو ایسی حالت میں سورتیں مقرر کر کے پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ فجر کی سنتوں میں قرأت مسنونہ یہ ہے:

پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون، دوسری رکعت میں سورہٗ اخلاص (قل ھو اللہ)

۳۔ نماز وتر کے لئے مسنون قرأت یہ ہے:

پہلی رکعت میں **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى**

دوسری رکعت میں **سورۃ الکافرون**

تیسری رکعت میں **سورۃ الاخلاص**

ترتیب:

سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملاتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھیے۔

۱۔ دوسری رکعت میں سورۃ یا آیت پہلی رکعت کے برابر یا چھوٹی ہو، بڑی نہ ہو۔

۲۔ قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق یعنی اول سے آخر کی طرف والی سورۃ یا آیت ملائیں، ترتیب اُلٹی نہ کردیں۔

۳۔ بہتر ہے کہ مسلسل سورۃ میں یا آیات ملائیں۔ دانستہ درمیان سے کوئی آیت چھوڑ کر ملانا مکروہ ہے۔

ان مسائل کی حکمت یہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی اور مضامین پر مسلسل نظر رہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی ترتیب حضرت رسولِ کریم ﷺ نے وحیِ الٰہی کے مطابق کی ہے۔

سجدہ سہو کے مسائل

''سہو'' کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ ''سجدہ سہو'' وہ سجدہ ہے جو نماز کے کسی واجب میں بھول چوک ہوجانے پر ادا کیا جاتا ہے۔

سجدہ سہو کب؟

سجدہ سہو ان صورتوں میں واجب ہوجاتا ہے جبکہ:

۱۔ نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے۔

۲۔ کسی واجب میں کمی یا زیادتی ہوجائے۔

۳۔ کسی فرض یا واجب میں تاخیر ہوجائے۔

۴۔ کوئی فرض یا واجب مکرر ہوجائے۔

ان باتوں کو بھول کر کرنے سے ''سجدہ سہو'' واجب ہو جاتا ہے۔لیکن قصداً کی جائیں تو سجدہ سہو سے نقصان دُور نہیں ہوتا، بلکہ نماز کو لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ:

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ آخیرہ میں تشہد (التحیات) پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرے..........پھر سجدہ کرے..........اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھے..........اس کے بعد دونوں طرف حسبِ قاعدہ سلام پھیر دے۔

اگر بھول کر کسی نے بغیر سلام پھیرے ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(درِ مختار وغیرہ)

سجدہ سہو کن حالات میں؟

مندرجہ ذیل حالات میں سجدہ سہو لازم آتا ہے:

(الف) فاتحہ:

اگر بھولے سے فاتحہ کی جگہ سورۃ پڑھ لی، یا سورۃ کی جگہ فاتحہ پڑھ لی یا سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے سہو ہو جائے یا زیادہ حصّہ کو دوہرانا پڑے یا سورۂ فاتحہ کی کوئی آیت سرے سے پڑھنا ہی بھول جائے یا فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں اگر بھول کر سورۂ فاتحہ دو بار پڑھ لے۔

(ب) سُورۃ:

اگر بھولے سے سورۃ کی جگہ فاتحہ پڑھ لی۔یا

فرض نماز کی پہلی دو رکعات میں اور باقی واجب، سنت، نفل، تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ ملانا واجب ہے۔لہٰذا اگر کسی رکعت میں سورۃ پڑھنا بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

فرض نماز کی پہلی ایک یا دو رکعات میں سورۃ پڑھنا بھول جائے تو بعد کی رکعات میں سورۃ پڑھ لے اور سجدہ سہو کرلے۔

اگر امام نے آہستہ آواز کی فرض نماز میں بلند آواز سے قرأت کر لی، یا بلند آواز کی نماز میں آہستہ قرأت کر لی تو سجدہ سہو کرنا چاہیئے۔ دو تین الفاظ پڑھ لینے پر واجب نہیں۔

ان حالتوں میں سجدہ سہو لازم نہیں:

فاتحہ (الحمد) کے بعد بقدر ضرورت یعنی تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھنے کے بعد کہیں رُک جائے اور رکوع میں چلا جائے، یا کوئی سورۃ دوبار پڑھ لے۔ یا متشابہ لگ جائے کہ ایک آیت کے بعد قرآن شریف کی کوئی دوسری آیت پڑھ جائے۔

(ج) سجدہ:

اگر نماز میں ایک سجدہ بھول جائے تو جب یاد آئے اُسی وقت دوسرا سجدہ کر لے اور پھر اُسی رکن سے نماز شروع کر دے جہاں سجدہ کیا ہو اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

(د) قعدہ (جلسہ):

اگر چار رکعت والی نماز میں بھول کر پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔ البتہ اگر بیٹھتے ہی کھڑا ہو گیا تو واجب نہیں۔

اگر تین یا چار رکعات والی فرض یا واجب نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ کے لئے بیٹھنا بھول گیا، اور کھڑا ہونے لگا، مگر سیدھا کھڑا ہونے سے قبل ہی بیٹھ گیا تو سجدہ سہو لازم نہیں .... لیکن سیدھا کھڑا ہو گیا تو بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ چاروں رکعات پوری کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

اگر فرض اور واجب نمازوں کے علاوہ سُنن یا نوافل ہوں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ کے لئے نہ بیٹھا ہو تو یاد آنے پر بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے .... اگر تیسری رکعت کے درمیان میں یاد نہ آئے بلکہ آخر وقت میں یاد آئے تو بھی سجدہ سہو کر لے۔

اگر فرض یا واجب نمازوں کی آخری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے تو سجدہ میں جانے سے قبل جب بھی یاد آئے بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر لے .... اگر یاد نہ آیا اور پانچویں

رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی اور یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

اگر سنّتِ مؤکدہ میں یہ صورت ہو جائے تو چار سنتِ مؤکدہ صحیح ہو جائیں گی اور زائد پڑھی ہوئی دو رکعات نفل شمار ہوں گی۔

اگر چوتھی رکعت میں قعدہ کیا، اتحیات بھی پڑھ لی، مگر بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے قبل جب یاد آئے بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کرلے۔

☆ تشہد (اتحیات):

اگر نماز کے کسی قعدہ میں اتّحیات کے بعد سورۂ فاتحہ (تین لفظ تک بھی پڑھ لے) تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ یا

پہلے قعدہ میں اتّحیات دوبارہ آدھی سے زیادہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا، آخری قعدہ میں پڑھنے سے نہیں۔

☆ درود شریف:

نوافل کے علاوہ دوسری نمازوں کے درمیانی قعدہ مین اتّحیات کے بعد درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

☆ قنوت:

اگر نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول جائیں اور رکوع میں چلے جائیں تو لوٹ کر پڑھنے کی اجازت نہیں، بلکہ بعد میں سجدہ سہو کرلیں۔

بھُول کر دعائے قنوت لوٹا کر پڑھنے یا دوبارہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح نماز وتر میں دعائے قنوت کی جگہ بھول کر کچھ اور پڑھ لینے سے بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

☆ سلام:

تین یا چار رکعات والی نماز میں اگر قعدہ اولیٰ (دو رکعت) پڑھ کر ہی بھولے سے سلام پھیر دیا، تو جب تک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوجائے جس سے نماز ختم ہوجاتی ہے۔ (مثلاً بات کرلی، یا قبلہ سے رخ پھیر گیا) تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہوکر باقی نماز پوری کرلیں اور آخر میں سجدہ سہو کرلیں۔

☆ درمیان میں تاخیر:

اگر نماز کے درمیان کسی جگہ رُک گیا، اور کچھ دیر کے لئے کسی سوچ میں پڑگیا تو آخر میں سجدہ سہو کرلے۔

☆ سجدہ سہو کی بھول:

نماز میں کوئی ایسی غلطی ہوگئی، جس پر سجدہ سہو واجب تھا لیکن قعدہ اخیرہ میں تشہد (التحیات) پڑھنے کے بعد یاد آیا تو اس وقت سجدہ سہو کرلیں۔

اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو جبتک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی تو جس سے نماز ختم ہوجاتی ہے، یاد آنے پر فوراً سجدہ سہو کرلیں۔

نماز میں ایسی کئی غلطیاں ہوجائیں جن پر سجدہ سہو لازم آتا ہے تو ان سب کے لئے ایک ہی سجدہ سہو کافی ہے۔

قضا نماز کی ادائیگی

قضا نماز کی ادائیگی کا طریقہ:

فجر کی نماز رہ جائے تو زوال سے قبل دو سنت اور دو نفل پڑھ لیں۔ زوال کے بعد صرف دو فرض ادا ہوں گے۔

ظہر یا عصر کی نماز قضا ہونے پر صرف چار فرض ہیں۔

مغرب کی نماز قضا ہونے پر تین فرض اور عشاء کی نماز رہ جائے تو چار فرض اور تین وتر پڑھنے چاہئیں۔

قضا نماز کی نیت اس طرح کرنی چاہیئے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز (مثلاً فجر یا ظہر وغیرہ) قضا پڑھتا ہوں۔ یعنی دن اور وقت دونوں کی نیت کرے۔ اگر بدقسمتی سے کسی کی بہت سی نمازیں رہ گئی ہوں اور دن یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ میرے ذمے فلاں دن کی (مثلاً فجر یا ظہر وغیرہ کی جس قدر نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی نماز قضا پڑھتا ہوں، یا ان میں سے آخری نماز قضا پڑھتا ہوں۔

قضا نماز ہر جگہ ادا کی جا سکتی ہے، لیکن گھر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے دوسروں سے اپنی قضا ادا کرنے کا ذکر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے نماز کی تخفیف اور غفلت کا ایک پہلو نکلتا ہے۔

کن نمازوں کی قضا؟

نماز فرض نمازوں کی قضا فرض ہے،

ہر واجب کی قضا واجب ہے،

بعض سنتوں کی قضا بھی مسنون ہے۔ مثلاً فجر کی سنتیں فجر کے فرضوں سمیت قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی پڑھ لیں۔ اگر زوال سے قبل نہ پڑھ سکیں تو زوال کے بعد صرف فرضوں کی قضا کریں۔

ظہر کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں، خواہ دو سنتوں سے پہلے یا دو سنتوں کے بعد۔

قضاء نماز کب ادا کی جائے؟

اگر کسی وجہ سے کوئی نماز شوئی قسمت سے رہ جائے تو اولین فرصت میں اس کو ادا کرنا چاہیئے .... دوسرے یہ کہ قضا نماز ادا نماز سے پہلے پڑھ لینی چاہیئے۔

اگر وقت بہت تنگ ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پہلے قضا پڑھے گا تو ادا نماز کا وقت باقی نہ رہے گا تو پہلے ادا پڑھ لے، قضا بعد میں ادا کرے۔

اگر کئی نمازیں رہ جائیں تب بھی جلدی سب کی قضا کر لے۔ ہو سکے تو ایک ہی وقت سب پڑھ لے، ضروری نہیں کہ ہر نماز کی قضا اُس کے وقت پر ہی پڑھی جائے۔

نمازوں کا فدیہ:

کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور آخر تک اُنہیں ادا کرنے کی نوبت نہ آئی تو لازم ہے کہ مرتے دم قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے مرنے والے کے ولی (وارث) کی ذمہ داری ہوگی، کہ کفن، دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کے تہائی میں سے فدیہ ادا کر دے۔

دن رات کی پانچ فرض اور ایک واجب وتر یعنی چھ نمازوں کا فدیہ پونے دو سیر فی نماز کے حساب سے ساڑھے دس کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

یاد رہے کہ اپنی زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا درست نہیں بوڑھے اور ضعیف بھی نماز ادا کریں، خواہ اشارہ سے ہو، البتہ اگر اشارہ سے بھی ادا کرنا ممکن نہ رہے اور بالکل عاجز ہو جائے، زندگی کی امید نہ رہے تو اس کے لئے جواز ہے۔

نماز توڑنے کے مسائل

فرض:

☆ انسانی جان بچانے کے لئے نماز توڑ دینا فرض ہے، مثلاً کسی بچہ کے کپڑوں میں آگ

لگ گئی اور وہ جلنے لگا،

☆ کوئی نابینا جارہا ہے اور آگے کنواں ہے، اور اس میں نابینا کے گرپڑنے کا ڈر ہے،

☆ والدین، اساتذہ یا دوسرے عزیز کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں، ایسی صورتوں میں نماز توڑ کر مدد کرنا فرض ہے۔ اگر اس میں نماز نہ توڑی اور کسی کی جان جاتی رہی تو وہ گنہگار ہوگا۔

اجازت:

ان حالات میں نماز توڑنے کی اجازت ہے:

☆ کسی قیمتی شے کے ضائع ہوجانے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو،

☆ نماز پڑھ رہے ہوں اور ریل گاڑی یا جہاز وغیرہ چل پڑے،

☆ نماز میں قضائے حاجت (پیشاب، پاخانہ) کا زور ہوجائے،

☆ کوئی موذی جانور یا سانپ، بچھو وغیرہ سامنے آجائے، جس سے جان کے نقصان اور ایذا کا اندیشہ ہوتا ہے۔

گنہگار کون:

کسی شخص کے آگے سے گزرنے سے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے، نہ ثواب میں کمی آتی ہے.............. البتہ بلا عذر گزرنے والا خود گنہگار ہوتا ہے اس بارہ میں حضرت رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشاد کس قدر قابلِ توجہ ہے:

''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو خبر ہوتی کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے نزدیک چالیس برس تک کھڑا رہنا سامنے نکلنے سے بہتر ہوتا''۔

(مشکوٰۃ شریف)

سُترہ (آڑ):

جہاں کوئی آڑ نہ ہو، مثلاً جنگل یا کُھلے میدان میں نماز ادا کر رہے ہوں تو نمازی کو

چاہیئے کہ اپنے سامنے "سُترہ" گاڑلے یا کھڑی کرلے۔ یعنی ایسی لکڑی، بانس یا چھڑی وغیرہ جو کم از کم ایک ہاتھ لمبی اور تقریباً ایک اُنگل موٹی ہو، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز سامنے رکھ کر نماز پڑھے۔

امام کا "سُترہ" مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ بڑا مقصد تو یہ ہے کہ کوئی گزرنیوالا بالکل سامنے سے نہ گزرے۔

نماز کی صحت کے لوازم

قیام کے آداب:

۱۔ نماز میں قیام کے دوران دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے اس طرح باندھیں کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پُشت پر اس طرح ہو کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی کا حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر پھیلا دیں۔

۲۔ قیام کے دوران نگاہ سجدہ کے مقام پر رہے۔ انشاء اللہ اس سے دھیان اِدھر اُدھر نہ ہوگا۔

رکوع کے آداب:

۱۔ رکوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے جائیں کہ گھٹنوں میں خم نہ آئے، کمر اور سر بالکل ہموار ہوں یعنی پوری طرح جھکیں۔ لیکن نہ اس قدر کہ سر کمر سے بھی نیچا ہو جائے۔

۲۔ رکوع کی حالت میں نمازی کی نظر پاؤں کی پُشت پر رہے نہ کہ سجدہ کی جگہ۔ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

قومہ کے آداب:

۱۔ رکوع کے بعد (سجدوں سے قبل) کھڑے ہونے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمازی بالکل

سیدھا کھڑا ہو، کسی عذر کے بغیر اگر کمر میں خم رہ گیا تو قومہ کا حق ادا نہ ہوگا۔

۲۔ قومہ کے لئے سکون کے ساتھ کم از کم اتنی دیر کھڑا رہنا ضروری ہے کہ ایک بار **سُبحَانَ اللہ** کہا جاسکے۔

سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہ اور **رَبَّنَالَکَ الحَمدُ** کی تسبیح کی غایت ہی یہ ہے کہ نمازی پورے سکون کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا کرے۔

سجدہ کے آداب:

۱۔ سجدہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ قومہ کے بعد پہلے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گھٹنوں کو جائے نماز پر ٹکادیں۔ اس کے بعد ہاتھ جائے نماز پر رکھیں پھر ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھ دیں۔

پہلے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکانا اور گھٹنے بعد میں رکھنا درست طریقہ نہیں۔

۲۔ سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے تہبند یا پاجامہ وغیرہ کو اوپر کھینچنے کی عادت غلط ہے۔ خطرہ ہے کہ یہ صورت "عمل کثیر" کی زد میں آکر نماز کو خراب نہ کردے۔

۳۔ سجدہ کی حالت میں کلائی سے کہنی تک کا حصہ زمین پر نہ ٹیکیں۔ نیز دونوں بازو جسم سے علیحدہ رکھیں۔ کہنیوں کو پیٹ اور رانوں کے درمیان نہ دبائیں اور انگلیاں سیدھی قبلہ رُخ رکھیں، پاؤں زمین سے بلند نہ کریں۔

۴۔ سجدہ پورے سکون کے ساتھ کریں، اللہ کے حضور اس سے زیادہ عاجزی کا مقام اور کوئی نہیں۔ سجدہ میں اپنے عجز ونیاز اور اللہ جل شانہٗ کی عظمت کا جس قدر خیال زیادہ ہوگا سجدہ کا حق ادا ہوگا۔

جلسہ کے آداب:

۱۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا "جلسہ" کہلاتا ہے۔ اس وقفہ میں سکون کے ساتھ کم ازکم اتنی دیر بیٹھنا ضروری ہے جتنی دیر میں ایک بار سُبحَانَ اللہ کہا جا سکے۔

۲۔ جلسے میں دونوں پاؤں کھڑے رکھنا مکروہ ہے۔ بلکہ دایاں پاؤں سیدھا رکھ کر بائیں پاؤں پر سکون کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے۔ اس دوران نظر اپنی آغوش کی طرف رہے۔

۳۔ جلسہ میں بیٹھ کر قمیض درست کرنا ٹھیک نہیں۔ ایسا کرنے سے توجہ نماز کے بجائے لباس کی طرف رہتی ہے۔ ارشادِ نبویؐ یہ ہے کہ سجدہ کے بعد جلسہ کے لئے اس طرح سیدھے ہو کہ تمہیں اطمینان ہو جائے کہ میں بیٹھ گیا ہوں۔

مسافر کی نماز

(قصر نماز)

سفر کے دوران ظہر، عصر اور عشاء کے چار فرضوں کی بجائے دو رکعت فرض پڑھے جاتے ہیں۔ یہ نماز قصر کہلاتی ہے۔ اس سہولت سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت اور حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگا۔

سفر کا تعین:

سفر سے مراد ہے اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلنا، جہاں آدمی تین دن میں پہنچ سکے۔

تین دن میں پہنچنے سے مراد یہ نہیں کہ مسلسل تین دن چل کر پہنچے، بلکہ روزانہ صبح سے زوال کے وقت تک اوسط درجہ کی عام رفتار سے پیدل چلنا مراد ہے۔ بالفاظ دیگر تین منزل کی مسافت معتبر ہے۔

لیکن آسانی کے لئے فقہاء نے اڑتالیس میل کے فاصلے کو متعین کیا ہے۔

یاد رہے سفر میں مسافت کا اعتبار ہے، وقت کا نہیں۔ یعنی فیصلہ کن امر یہ ہے کہ سفر اڑتالیس میل کا ہے یا نہیں (تقریباً سوا ستتر کلومیٹر) نہ یہ کہ فاصلہ کتنی دیر میں طے ہوگا۔ اگر ۴۸ میل کا فاصلہ آدمی موٹر کار، ریل گاڑی یا ہوائی جہاز کے ذریعہ کتنی ہی جلدی طے کرلے، یہ سفر میں شمار ہوگا۔

قصر نماز کس قدر؟

فقہا کا فتویٰ ہے کہ لاعلمی سے بھی اگر سفر میں پوری رکعتیں پڑھ لیں تو ایسی نمازوں کو دوبارہ قصر پڑھنا واجب ہوگا۔

(شرح البدایہ)

اگر بھول کر قصر کی دو کے بجائے چار رکعات پڑھ لیں، آخر میں یاد آگیا تو سجدۂ سہو کر لیں، دو رکعت فرض ہوجائیں گی، دو نفل بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کرکے اتحیات پڑھ لی تھی۔

سفر میں اگر جلدی ہو تو فجر کی سُنتوں کے سوا دوسری سنتیں اور نفل چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر جلدی نہ ہو تو تمام سنتیں پڑھ لیں ان میں قصر نہیں ہے۔

قصر نماز کب تک؟

جب تک آدمی سفر میں رہے خواہ کتنی مدت ہی ہوجائے اس وقت تک نماز قصر کرتا رہے۔ اگر کہیں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا تو اس وقت سے پوری نماز ادا کرنا ہوگی۔

اگر منزلِ مقصود پر پہنچنے سے قبل راستہ میں کہیں ٹھہر جائے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو یہ قیام بھی سفر شمار ہوگا۔ لیکن نیت پندرہ یا اس سے زیادہ کی ہو تو پوری نماز ادا کرنا

ہو گی۔

مقتدی مسافر، امام مقیم:

مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اس صورت میں مسافر مقتدی کو امام کی اقتداء میں دو فرض کی بجائے چار رکعات ہی ادا کرنا ہوں گی۔

اگر مسافر مقتدی، مقیم امام کے پیچھے درمیان میں شریک جماعت ہو تو اس صورت میں بھی باقی پوری نماز ایک مقیم کی طرح ادا کرے نہ کہ مسافر کی طرح قصر۔

مقتدی مقیم، امام مسافر:

مسافر امام اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور اعلان کر دے کہ میں مسافر ہوں، تم اپنی نماز پوری کر لو۔ یہ اعلان نماز سے پہلے کر دینا بھی بہتر ہے۔

مقیم مقتدی سلام پھیرنے کے بغیر کھڑے ہو جائیں اور اپنی اپنی دو رکعت پوری کر لیں۔ ساتھ قعدہ میں التحیات پڑھ کر خاموش رہیں، جب مسافر امام دائیں طرف سلام پھیر دے تو یہ کھڑے ہو کر اپنی باقی رکعات الگ الگ پوری کر لیں، ایک ساتھ نہیں۔ بغیر کچھ پڑھے اندازہ سورۃ فاتحہ قیام کریں۔

سفر اور وطن کی قسمیں:

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ وطن کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ وطنِ اصلی

۲۔ وطنِ اقامت

وطنِ اصلی:

وطنِ اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا یا جس جگہ مستقل گھر بنا لیا ہو، اور بیوی بچوں سمیت وہاں مستقل رہنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ مثلاً کراچی کا باشندہ کراچی چھوڑ کر کاروبار کی غرض سے یا بسلسلہ ملازمت یا کسی اور وجہ سے مستقل طور پر ملتان آ کر رہنے لگے............ اس صورت میں سے کم مدت کے لئے جائے گا تو نماز قصر کرے گا۔

وطنِ اقامت:

وطنِ اقامت وہ ہے جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت سے رہنے لگا۔ خواہ یہ قیام کسی غرض سے اور کسی وجہ سے ہو۔ اس صورت میں اس عارضی قیام والے وطن میں پوری نماز ادا کرے گا۔ مثلاً اگر ایک شخص کراچی کا مستقل باشندہ ہو اور کسی غرض سے کراچی چھوڑ کر تنہا ملتان رہنے لگے۔ لیکن اس کے بال بچے کراچی ہی ہوں۔ تو اس صورت میں اگر وہ پندرہ دن سے کم مدّت کے لئے بھی کراچی جائے گا تو پوری نماز ادا کرے گا۔

مسافر کی قضا نماز:

اگر دورانِ سفر کوئی نماز فوت ہوگئی، تو گھر پہنچ کر وہ قضا نماز قصر ہی ادا کرنا ہوگی۔

مُسافر عورت کی نماز:

شادی کے بعد اگر عورت مستقل طور پر سُسرال میں رہنے لگی تو اس کا وطنِ اصلی سُسرال کا گھر ہے۔ اگر یہاں سے پندرہ روز سے کم مدت کے لئے ماں باپ کے گھر جائے تو مسافر رہے گی اور نماز قصر کرے گی۔

اگر سُسرال میں قیام مستقل نہیں تو ماں باپ کا گھر ہی وطنِ اصلی رہے گا۔

(دار المختار)

عورتوں کی نماز

نماز پڑھنے کا انداز:

عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کا درست انداز یہ ہے:

☆ تکبیر تحریمہ کے وقت دوپٹہ یا چادر سے ہاتھ باہر نکالے بغیر کاندھوں تک لے جائیں۔

☆ سینہ پر دائیں ہتھیلی اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں۔

☆ رکوع میں اس قدر جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ انگلیاں گھٹنوں پر ملا کر رکھیں، کُہنیاں پہلو سے ملی ہوئی ہوں۔

☆ سجدہ میں پیٹ رانوں سے، اور بازو بغل سے ملے ہوئے ہوں اور بازو زمین پر رکھے ہوں، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں، مگر پاؤں کھڑے نہ کریں، بلکہ دائیں طرف کو نکال لیں۔

☆ جلسہ اور قعدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر رکھیں، بائیں حصہ کے بل بیٹھیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ لیں۔

لباس اور پردہ:

☆ ایسا باریک کپڑا پہننے سے جس میں بدن جھلکتا ہو، یا سر کے بال کُھلے رہتے ہوں نماز نہیں ہوتی۔

☆ سر کے بال کُھلے چھوڑ دینے اور بازو کُھلے رکھنے سے بھی نماز نہیں ہوتی۔

☆ بحالتِ ضرورت پردہ کے لئے بُرقعہ اوڑھ کر، اور چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ عام حالات میں چہرہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ عورتوں کو نماز فجر مردوں کے برخلاف صبح اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

عورتوں کی جماعت:

☆ عورتوں پر نماز باجماعت واجب نہیں۔

☆ عورتوں کو اذان اور اقامت کہنا جائز نہیں۔

(عالمگیری)

☆ عورتوں کی اپنی جماعت مکروہ ہے، تاہم اگر جماعت کریں تو مرد کی طرح عورت امام آگے نہ کھڑی ہو بلکہ اگلی صف کے درمیان کھڑی ہو۔

☆ تکبیر اور قرأت میں آواز زیادہ بلند نہ رکھے جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

بچوں کی نماز

بچوں کو ابتدائے عمر ہی میں نماز سکھانا اور ان کے دلوں میں نماز کا شوق پیدا کرنا والدین اور سر پرستوں کی ذمہ داری ہے۔ بڑے ہو کر اُن کا نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ بچپن سے انہیں نماز کا عادی بنایا جائے۔ حکم ہے کہ جب بچے سات برس کے ہو جائیں تو والدین اُن سے نماز پڑھوائیں۔ جب دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو سزا دے کر نماز پڑھوائیں۔ بستر علیحدہ کر دیں اور تنہا سُلائیں۔

بلوغت اور نماز کی فرضیت:

☆ بالغ ہو جانے پر نماز روزہ غرض تمام احکامِ شریعت فرض ہو جاتے ہیں۔

☆ بالعموم لڑکی نو برس سے پہلے اور لڑکے بارہ برس سے قبل بالغ نہیں ہوتے۔

☆ بالغ ہونے کی علامات مندرجہ ذیل ہیں، ان میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بلوغت ہو جاتی ہے۔

- احتلام ہونا یا شہوت (نفسانی خواہش) کے ساتھ منی کا نکلنا،
- پندرہ برس کی عمر ہو جانا،
- (لڑکی کے لئے) حیض کا آنا۔

پائلٹ:

☆ (ہوائی جہاز چلانے والا) نماز کے وقت اپنے مددگار پائلٹ کو ڈیوٹی سپرد کر کے نماز پڑھ لے۔

☆ اگر مددگار پائلٹ موجود نہ ہو اور زمین پر اترتے وقت تک نماز فوت ہو جانے کا احتمال ہو تو اپنی اسی مقید اور محدود حالت میں نماز کی نیت کر لے، اور فرائض و واجبات جیسے بھی ادا کر سکتا ہو کر لے خواہ اشاروں سے ہوں۔

☆ اگر ضروری ہوائی پیغامات لینے دینے کی وجہ سے نماز کا تسلسل نہ رہ سکتا ہو تو معذور رہے۔ اس صورت میں بعد میں ادا کرنے کی اجازت ہے۔

☆ نماز قصر کے احکام بری، بحری اور فضائی سفر کے یکساں ہیں۔

نماز جمعہ کی فرضیت اور تاکید:

مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمُعٍ تَهَاوُنًا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ۔

''جس شخص نے محض سُستی اور سہل انگیزی کے سبب تین جمعے قضا کر دیئے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مُہر لگا دے گا''۔

اس سے بھی زیادہ لرزہ خیز ہے یہ اعلان جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما جیسے صحابی ہیں.......... وہ بیان کرتے ہیں ہم نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ برسرِ منبر فرما رہے تھے۔

''نماز جمعہ ترک کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مُہر لگا دے گا۔ پھر وہ غفلت شعاروں میں سے ہو جائیں گے''۔

(صحیح مسلم)

شرائطِ جُمعہ:

نماز جمعہ کی شرائط یہ ہیں:

۱۔ شہر یا شہر کے قائمقام ایسا بڑا گاؤں یا قصبہ، نیز شہر کے مضافات کی ایسی آبادی جس سے شہر کی ضروریات وابستہ ہوں.......... (گویا چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں)

۲۔ ظہر کا وقت ہونا۔

۳۔ نماز سے پہلے خطبہ۔

۴۔ نماز با جماعت

۵۔ نماز کے لئے **اِذنِ عام** ۔

نمازِ جمعہ کی تیاری:

☆ ایک مرتبہ جمعہ کو خطاب کرتے ہوئے رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا:

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اس جمعہ کو روزِ عید بنایا ہے۔ اس دن غسل کیا کرو، جس کے پاس خوشبو ہو، اس کے خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں اور مسواک اس دن ضرور کیا کرو''۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ خود سرورِ کائنات ﷺ جمعہ کے دن ایک خاص جوڑا پہنا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ہم اس کو تہہ کر کے رکھ دیتے اور پھر وہ اگلے جمعہ کو ہی نکلتا تھا''۔

(طبرانی معجم صغیر)

گویا میسر ہو تو نماز جمعہ کا خصوصی اہتمام یہ ہے:

☆ غسل بطور خاص کیا جائے،

☆ مسواک کی جائے،

☆ خوشبو میسر ہو تو ضرور لگائی جائے،

☆ ممکن ہو تو جمعہ کے لئے کپڑوں کا خاص جوڑا رکھا جائے، صفائی اور پاکیزگی کا خاص اہتمام کیا جائے۔ مثلاً ناخن اور مونچھیں تراشنا، بکثرت درود شریف پڑھا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ سردی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ اوّل وقت ادا کرتے اور موسم زیادہ گرم ہو جاتا تو ٹھنڈے وقت گرمی کی شدّت کم ہو جانے پر پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری۔ بروایت حضرت انسؓ)

خطبۂ جمعہ کے احکام وآداب:

☆ مؤذن خطبہ کی اذان، امام کے سامنے کھڑا ہو کر دے۔

☆ امام نمازیوں کی طرف رُخ کر کے خطبہ دے اور دوسرے خطبہ سے قبل تھوری دیر کے لئے منبر پر بیٹھ جائے۔

☆ خطبہ عربی زبان میں دیا جائے، کسی دوسری زبان میں وہ ثواب اور درجہ نہیں۔

خطبہ کے درمیان ان امور سے پرہیز لازم ہے:

۱۔ باتیں کرنا، یا کسی بات کا جواب دینا،

۲۔ کوئی نماز، سنت یا نفل پڑھنا،

۳۔ کھانا، پینا،

۴۔ سلام کرنا، سلام کا جواب دینا۔

۵۔ قرآن مجید پڑھنا۔

مختصر یہ کہ لازم ہے کہ خطبہ مکمل دلجمعی، کامل یکسوئی اور پوری توجہ سے سنا جائے، کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو خطبہ کے وقار اور احترام کے منافی ہو۔

نمازِ عید الفطر

قوموں کے تہوار:

''رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا، تم یہ دو دن جو مناتے ہو، ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟

''انہوں نے عرض کیا ہم (اسلام سے قبل) دورِ جاہلیت میں یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے ان دو تہواروں کے بدلے تمہارے لئے ان

سے بہتر دو دن مقرر کر دیئے ہیں۔ یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر''۔

(سنن ابی داوٗد)

عید الفطر کے دن مسنون کام:

عید کے دن سنّت یا مستحب امور یہ ہیں:

۱۔ غسل اور مسواک خاص طور سے کرنا،

۲۔ اچھا صاف ستھرا لباس حسبِ حیثیت جو میّسر ہو پہننا،

۳۔ خوشبو لگانا،

۴۔ نماز کو جانے سے قبل کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھا لینا،

۵۔ صدقۂ فطر ادا کر کے جانا، جو ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر واجب ہے،

۶۔ شہر سے باہر کھلے میدان میں نماز ادا کرنے کے لئے ہمت ہو تو پیدل جانا،

۷۔ جاتے ہوئے تکبیریں بلند آواز کے بجائے آہستہ آہستہ پڑھتے جانا،

۸۔ واپسی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا۔

نمازِ عید کا وقت اور عید گاہ:

عید کی نماز طلوع آفتاب کے بعد تاخیر کی بجائے اوّل وقت ادا کرنا مسنون ہے۔ اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملاحظہ ہو:

☆ **كَانَ النَّبِيُّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَالشَّمْسُ عَلٰى قِيْدِ رَمْحَيْنِ۔**

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو ایسے وقت عید الفطر کی نماز پڑھاتے تھے جب کہ سورج بقدر دو نیزے بلند ہوتا تھا......

(کتاب الاضاحی۔ احمد بن حسن البنّا)

نمازِ عید میں قرأت:

عیدین کی نمازوں میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم جن سورتوں کی قرأت فرمائی۔اس کا جاننا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔اس بارہ میں ہم دو احادیث کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:

☆ حضرت عمر فاروق نے ابو واقد لیثی سے پوچھا (رضی اللہ عنہما) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کون سی سورتیں پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا **قٓ- وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْد** (سورۃ نمبر ۵۰) اور **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ** (سورۃ نمبر ۲۱)"۔

(صحیح مسلم)

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں **سبح اسم ربك الاعلیٰ** (سورۃ نمبر ۸۷) اور **هل اتاك حديث الغاشية** (سورۃ نمبر ۸۸) پڑھتے تھے۔عید اور جمعہ ایک ہی دن واقع ہوتا تو بھی دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے"۔

(صحیح مسلم)

عیدگاہ کا راستہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

☆ **كَانَ النبی صلی الله عليه وسلم اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ۔**

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (آنے اور جانے کے لئے) راستہ بدل لیا کرتے تھے"۔

(صحیح بخاری)

علماء نے اس کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔مثلاً مختلف راستوں سے مختلف محلّوں اور بستیوں سے گزر ہو اور ہر طرف اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی یک جہتی کا مظاہرہ ہو۔دین کی

شان کا اظہار ہو۔گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں مسلمانوں کی تسبیح گونجے، جو نمازِ عید کو جاتے ہوئے ہر مسلمان کی زبان پر ہوتی ہے۔

☆ **اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر ۔ لا الٰہ الاّ اللّٰہ۔ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر۔ ولِلّٰہِ الحمد۔**

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے''۔

نمازِ عید الفطر کو جاتے ہوئے تکبیریں بلند آواز کی بجائے آہستہ آہستہ پڑھتے جانا مسنون ہے۔

نمازِ عید سے قبل کھانا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

☆ **کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا یَخرُجُ یَومَ الفِطرِ حَتّٰی یَطعَمَ......**

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ عید الفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے..........''

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی مروی ہے کہ اس دن نماز کو تشریف لے جانے سے قبل آپ ؐ چند کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

نمازِ عید کی ترکیب:

دونوں عیدوں کی نماز دو رکعت واجب ہے

ان نمازوں کے لئے اذان اور تکبیر نہیں ہوتی۔

نیت:

نیت اس طرح کریں "میں عید کی نماز واجب مع زائد چھ تکبیروں کے اللہ کے لئے اس امام کے پیچھے قبلہ رُو ہوکر پڑھتا ہوں"۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اور ثنا **(سبحانك اللهم)** پڑھیں۔

امام کے اللہ اکبر کہنے پر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دیں .... دوسری بار بھی امام کے اللہ اکبر کہنے پر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں .... پھر تیسری مرتبہ امام کے اللہ اکبر کہنے پر دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ باندھ لیں۔

اس کے بعد امام تعوّذ، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور عام معمول کے مطابق رکوع، سجود کریں۔

دوسری رکعت:

دوسری رکعت میں امام پہلے فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔

قرأت کے بعد کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں .... پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر دوسری تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں .... تیسری بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر **(الله اکبر)** کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں۔

چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسبِ قاعدہ دو رکعت نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں۔

نماز کے بعد امام کھڑے ہوکر خطبہ پڑھے اور تمام مقتدی توجہ اور خاموشی سے بیٹھ کر سُنیں۔ عید میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا سنّت ہے۔

بعد میں شریک ہونے والے:

۱۔ اگر کوئی شخص عید کی نماز کی پہلی رکعت میں،

تکبیروں کے بعد شریک ہوا۔ تو نیت کے بعد ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہہ لے۔

رکوع میں شریک ہوا اور گمان ہے کہ تکبیروں کے بعد رکوع مل جائے گا، تو نیت باندھ کر تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے۔

رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور تسبیح کے بجائے تکبیریں کہہ لے۔

۲۔ اگر کوئی شخص عید کی نماز میں دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلے قرأت کرلے اس کے بعد عید کی دوسری رکعت کی طرح تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔

۳۔ اگر دوسری رکعت میں رکوع کے بعد شریک ہوا ہے، تو زائد تکبیریں نماز عید کی مانند ادا کرے۔

صدقۂ فطر (فطرانہ):

ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ یعنی جس شخص پر زکوۃ فرض ہے، اس پر عید الفطر کے دن صدقۂ فطر ادا کرنا بھی واجب ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُسے صاحبِ نصاب ہوئے ایک سال گزر گیا ہو۔ بلکہ اُسی روز اس قدر صاحبِ مال ہوا ہو تو فطرانہ ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔

صدقۂ فطر اپنی طرف سے، اپنے بال بچوں اور بیوی کی طرف سے، گھر کے ملازمین کی طرف سے یعنی جن کا نان نفقہ اپنے ذمہ ہے، اُن سب کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

صدقۂ فطر ہر فرد کی طرف سے نصف صاع گندم، اس کا آٹا یا اس کی قیمت مقرر ہے۔ نصف صاع سے مراد ۲/۱ ۱۳۶ تولے یعنی ۱۵۹۲ گرام ہے جو پونے دو سیر بلکہ پونے دو کلوگرام کے قریب ہوتے ہیں۔

بہتر ہے کہ نماز عید کو جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے، بلکہ رمضان المبارک

میں کسی وقت بھی ادا کیا جاسکتا ہے.........اس طرح نادار، بیوگان اور غریب مسلمان بھائی بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہوجاتے ہیں اور اسلام یہی چاہتا ہے کہ ہم اپنی سرفرازیوں اور خوشیوں میں اپنے کمزور افرادِ ملّت کو نہ بھولیں، بلکہ شریک رکھیں اور جہاں تک ہوسکے انہیں محرومی کے احساس سے آزاد رکھیں۔

نمازِ عیدالاضحیٰ

''نماز عیدالفطر'' کے زیر عنوان گزشتہ صفحات میں آپ بہت کچھ مطالعہ کرچکے ہیں۔ دونوں عیدوں کی نمازوں کا طریقہ اور اکثر مسائل ایک جیسے ہی ہیں۔ لہٰذا تمام باتوں کا دہرانا مناسب نہ ہوگا۔

عیدالاضحیٰ:

یہ عید قربانی کی عید بھی کہلاتی ہے۔ یہ عید اسلامی کیلنڈر کے آخری مہینہ ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو آتی ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے، جس میں اُمت مسلمہ کے مورثِ اعلیٰ نبیوں کے دادا سیدابراہیمؑ خلیل اللہ نے اشارۂ الٰہی پاکر اپنے لختِ جگر سیّدنا اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کے گلے پر چھُری رکھ دی تھی۔ (باپ بیٹا دونوں پر اللہ کا سلام ہو) اس طرح دونوں نے اللہ سبحانہٗ سے اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت عملاً پیش کردیا تھا۔

وقت نمازِ عیدالاضحیٰ:

عیدین کی نماز کے وقت کے بارہ میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا ابتدائی حصہ ہم نماز عیدالفطر کے بیان میں نقل کرچکے ہیں۔ مکمل حدیث یوں ہے:

☆ كان النبى صلى الله عليه وسلم يُصلِى بِنا يَومَ الفِطرِ

وَالشَّمْسِ عَلٰی قِیْدِ رَمْحَیْنِ وَالْاَضْحٰی عَلٰی قِیْدِ رُمْحٍ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو عید الفطر کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے جب کہ سورج بقدر دو نیزہ کے بلند ہوتا تھا''۔

(کتاب الاضاحی، احمد بن حسن البنا)

گویا عید الاضحیٰ کی نماز طلوع آفتاب کے بعد اول وقت ادا کرنا سنتِ نبویؐ ہے۔

کھانا نماز کے بعد:

عید قربان کے دن سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد کچھ کھایا جائے۔ اس بارہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ عید الفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے۔ وَلَا یُطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ۔ اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے''۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تکبیراتِ تشریق:

''یومِ عرفہ'' ۹ ذوالحجہ کی نماز فجر سے ۱۳ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ مستورات آہستہ سے تکبیر کے الفاظ دہرائیں۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی تکبیر شروع کر دیں۔

تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں۔ **اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ ولِلّٰہِ الحمد۔**

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں''۔

یہ امر خاص طور پر یاد رہے کہ عید قربان کے دن نماز کو جاتے ہوئے تکبیر تشریق بلند آواز

سے کہتے جانا مسنون ہے۔

قربانی نماز کے بعد:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے۔ اس سلسلہ میں دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ نے عید کے دن ہمیں خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا آج کے دن ہمارے لئے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز عید ادا کریں۔ پھر یہاں سے لوٹ کر قربانی دیں۔ پس جس نے اس طرح عمل کیا اس نے ہماری سُنّت (طریقہ) کو پالیا اور جس نے نماز سے قبل قربانی کر ڈالی اس کی قربانی نہ ہوئی۔ یہ بالکل ایسے ہوا جیسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے بکری ذبح کی ہے''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک دفعہ میں عید قربان کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جیسے ہی آپ نمازِ عید سے فارغ ہوئے، آپ کی نگاہ قربانیوں کے گوشت پر پڑی۔ یہ قربانیاں نماز سے قبل ہی ذبح کی جا چکی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا **مَن ذَبَحَ قَبلَ اَن یُّصَلِّیَ اَونُصَلِّیَ فَلیَذبَح مَکَانَهَا اُخرٰی**۔ جن لوگوں نے نماز سے پہلے قربانی کردی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کریں''۔

(صحیح بخاری۔ مسلم)

حضور ﷺ کی قربانی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن سینگوں والے، سیاہی سفیدی مائل، دو خصّی مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب (ذبح کرنے کے لئے) اُن کا رُخ قبلہ کی طرف کرلیا تو یہ دعا پڑھی:

☆ **اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبۡرَاهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝ اِنَّ صَلٰوتِیۡ**

وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اَللّٰھُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

''میں نے اپنا رُخ اللہ کی طرف کرلیا۔ جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے، حضرت ابراہیمؑ کے طریقے پر، ہر طرف سے یکسو ہو کر''۔

''میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس کا حکم ملا ہے، میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔

''اے اللہ! یہ قربانی تیری ہی طرف سے، اور تیری ہی توفیق سے، تیرے بندے محمد ﷺ کی طرف سے اور اس کی اُمت کی جانب سے ہے''۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر آپ ﷺ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا۔

(سُنن ابی داوٗد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

....

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں:

☆ **اَقَمَ رَسُوْلُ لِلّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّی۔**

''رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور برابر ہر سال قربانی کرتے تھے''۔

(جامع ترمذی)

اس حدیث مبارکہ سے اُس غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ قربانی صرف حجاج کرام پر واجب ہے اور صرف مکہ مکرمہ یا وادیٔ منیٰ میں واجب ہے۔

مزید حضرت حنشؒ کی یہ حدیث بھی ملاحظہ کریں وہ بیان فرماتے ہیں:

''میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا **ماھذا** یہ کیا ہے''؟

''انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے **اَوۡصَانِیۡ اَنۡ اُضَحِّیَ عَنۡہُ فَاَنَا اُضَحِّی عَنۡہُ** مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں، تو ایک قربانی میں آپ ﷺ کی جانب سے کرتا ہوں''۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

قربانی کی اہمیت:

حضرت زید بن ارقمؓ مشہور صحابیِ رسول ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا، ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

☆ **''سُنَّۃُ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرَاھِیۡم''**

''تمہارے باپ ابراہیم علیہ السّلام کی سنت ہے''۔

انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! ان قربانیوں میں ہمارے لئے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ **بِکُلِّ شَعۡرَۃٍ حَسَنَۃٌ**۔

''ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے''۔

انہوں نے عرض کیا۔ کیا اُون کا بھی یہی حساب ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اُون والے جانور کی قربانی کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے''۔

(مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

نماز تراویح

نمازِ تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سنّت مؤکدہ ہے

تراویح کا وقت:

نماز تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد سے فجر تک ہے۔ تراویح کی نماز وتر سے پہلے

بھی اور بعد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کی تراویح کی کچھ رکعات رہ گئی ہوں اور امام وتر پڑھنے لگے تو وتر میں شریک ہوجائے۔ وتر کے بعد تراویح کی اپنی بقیہ رکعات پوری کرلے۔

تلاوتِ قرآن کے مسائل:

☆ نئی سورۃ شروع ہونے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ سے پڑھ لینا چاہیئے۔ لیکن کسی ایک سورۃ کے شروع میں بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ بسم اللہ بھی قرآنِ کریم کی ایک آیت ہے، گو کسی سورۃ کا جز نہیں۔

☆ تراویح میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے کوئی حصہ رہ جائے اور بعد میں یاد آئے، تو مستحب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی آیت یا سورۃ کو پڑھیں اور جس قدر حصّہ اس سے آگے پڑھ لیا تھا اُسے دوبارہ پڑھ لیں، تاکہ تسلسل قائم رہے۔

☆ نماز تراویح میں ایک بار اول سے آخر تک پورا قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت ہے.........دو مرتبہ ختم کرنا افضل ہے.........تین مرتبہ پڑھنے کو اور بھی فضیلت حاصل ہے، بشرطیکہ مقتدیوں کو دشواری نہ ہو، اور اس قدر پڑھنا بوجھ نہ ہو۔

☆ تراویح میں حفاظ کو قرآن مجید ایسی رفتار سے پڑھنا چاہیے کہ ہر لفظ سمجھ میں آسکے اور غلطی پر سامع آسانی سے لقمہ دے سکے۔

تراویح کی رکعات:

☆ تراویح کی بیس رکعت مسنون ہیں، دو دو رکعت کرکے پڑھ لی جائیں۔ ہر ترویحہ یعنی چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر آرام کرلینا مستحب ہے، اس دوران خاموشی سے بیٹھے رہیں یا آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھتے رہیں بہتر ہے کہ تراویح کی تسبیح پڑھیں۔

☆ اگر دو رکعت کی نیت کی اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنا بھول گیا تو تیسری میں یاد

آنے پر بیٹھ جائیں، آخر میں سجدہ سہو کرلیں۔

اگر تیسری رکعت میں سجدہ کے بعد یاد آیا تو چار رکعت پڑھ لیں، آکر میں سجدہ سہو کرلیں۔ دو تراویح ہو جائیں گی اور دو نفل شمار ہوں گی۔

☆ اگر دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ میں بیٹھ بھی گئے لیکن التحیات پڑھ کر کھڑے ہو گئے تو چار رکعت پوری کرلیں۔ چاروں تراویح شمار ہونگی۔

(عالمگیری)

تسبیح تراویح:

سُبحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ط

پاک ذات ہے اللہ کی، جو ملک والا، پاک ہے،

سُبحَانَ ذی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ ط

پاک ذات ہے اللہ کی، جو ملک اور بادشاہت والا ہے،

سُبحَانَ ذی الْعِزَّةِ وَالْعَظمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوتِ ط

پاک ذات ہے اللہ کی جو عزت والا، عظمت والا، ہیبت والا، بڑائی والا، اور بڑے دبدبہ والا ہے۔

سُبحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ ط

پاک ذات ہے اللہ کی جو بادشاہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، نہ اُسے اونگھ ہے، نہ موت ہے،

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ ط

وہ پاک ہے، پاکیزگی والا ہے، وہ ہمارا، فرشتوں کا اور رُوح کا پروردگار ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ ط يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ ۝

اے اللہ! ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا، اے بچانے والے، اے پناہ دینے والے، اے نجات دینے والے!

(عالمگیری)

دنیا سے بے رغبتی کا علاج

موت کی یاد:

دنیا میں واقع ہونے والی کوئی بات اگر یقینی اور اٹل ہے تو وہ صرف موت ہے۔ لیکن غافل انسانوں کو اگر کسی امر سے غفلت ہے تو موت سے ہے۔ اُسے سب کچھ یاد رہتا ہے، مرنا یاد نہیں رہتا۔ اس بارہ میں حضرت رسالتِ پناہ ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سُنیئے:

☆ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ

"لوگو! موت کی یاد کرو اور یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے"۔

(جامع ترمذی، سنن نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کا ایک ناقابلِ فراموش واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ میرا شانہ پکڑا اور مجھ سے فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہ جیسے تو ایک پردیسی ہے یا راستہ پر چلتا مسافر ہے''۔ (اس ارشاد کا یہ اثر تھا کہ) ابن عمرؓ نصیحت فرمایا کرتے تھے:

''جب شام آئے تو صبح کا انتظار نہ کر، اور جب صبح آئے تو شام کا انتظار نہ کر۔ تندرستی کی حالت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے کچھ کمائی کرلے''۔

(صحیح بخاری)

موت کی تمنا:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ

''تم میں سے کوئی خود موت کی تمنا نہ کرے''۔

اس کی حکمت سرورِ عالم ﷺ نے یہ بتلائی۔ ''اگر نیکوکار ہے تو اُمید ہے جب تک زندہ رہے گا اس کے ذخیرۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا''۔........... اس کے برعکس ''اس کے عمل اگر خراب ہیں تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ زندگی میں وہ توبہ وغیرہ کے ذریعہ اللہ پاک کو راضی کرلے''۔

(صحیح بخاری)

بعض اوقات انسان بیماری سے لاچار ہوجاتا ہے۔ ضعیفی اسے بالکل بے بس کردیتی

ہے اور زندگی ایک وبال بن جاتی ہے۔ ایسے حال میں ہادیٔ سُبل ختم المرسل ﷺ کی ہدایت یہ ہے:

''تم میں سے کوئی کسی دُکھ اور تکلیف کی وجہ سے بھی موت کی تمنا نہ کرے اگر بالکل ہی لاچار ہو تو یوں دُعا کرے:

☆ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْراً لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْراً لِّیْ۔

''اے اللہ! میرے لئے جب تک زندہ رہنا بہتر ہو، اُس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے دنیا سے اُٹھا لے''۔

(صحیح بخاری و مسلم، بروایت حضرت انسؓ)

بیماری رحمت اور گناہوں کا کفارہ:

☆ ''مسلمانوں کو جو بھی دُکھ، جو بھی بیماری، جو بھی اذّیت یا جو بھی رنج و غم پہنچتا ہے، یہاں تک اگر اس کو کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو اس کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بنا دیتا ہے''۔

(صحیح بخاری و مسلم، بروایت حضرت ابی سعید)

موت کے آثار ظاہر ہونے پر:

موت برحق ہے اور سب کو آنی ہے۔ مبارک ہیں وہ جن کا خاتمہ اسلام پر ہو اور مرتے دَم کلمہ نصیب ہو۔ کس قدر عظیم بشارت ہے!

☆ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

''جس شخص کا (مرتے دم) آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہو وہ جنت میں داخل ہو گیا''۔

(سنن ابی داؤد)

اس بارہ میں ہادیٔ برحق ﷺ کی ہدایات یہ ہیں۔

☆ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

''اپنے مرنے والوں کو **لآ الٰه الاَّ اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللّٰه** کی تلقین کیا کرو''۔

(صحیح مسلم)

''تلقین'' یہ ہے کہ اس کے قریب بیٹھ کر لواحقین اتنی بلند آواز سے کلمہ طیّبہ پڑھیں کہ اس کے کانوں تک کلمہ کی صدائے دلنواز پہنچتی رہے۔ تاکہ اُس کا ذہن شہادتِ توحید و رسالت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ زبان ساتھ دے سکے تو دنیا سے رخصت ہوتے وقت کلمہ کو پڑھ کر ایمان تازہ کرلے۔

براہِ راست کلمہ پڑھنے کو نہ کہا جائے۔ معلوم نہیں جان کنی کی تکلیف میں بیچارے کے منہ سے کیا نکل جائے۔

۲۔ نیز ارشاد فرمایا:

☆ **اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ۔**

''تم اپنے مرنے والے پر **سورة یٰسٓ** پڑھا کرو''۔

(مسند احمد سنن ابی داود۔ بروایت معقل بن یسارؓ)

سورة یٰسٓ بڑی برکت والی ہے۔ اس میں دین و ایمان سے متعلق بڑے اہم مضامین ہیں۔ موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس میں اس کا ذکر بڑے مؤثر انداز میں تفصیل سے موجود ہے.........نزع کے عالم میں مرنے والے کے قریب بیٹھ کر اس کی تلاوت کرنا حکمت و برکت سے خالی نہیں۔

مَرنے کے بعد کیا کیا جائے؟

اس بارہ میں احادیث میں مذکور ہم دو صحابہؓ کے سفرِ آخرت کے واقعات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ اپنے پہلے شوہر کے

سفرِ آخرت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ابو سلمہؓ کی وفات کے وقت تشریف لائے۔ اُن کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں، آپ نے ان کو بند کیا اور فرمایا جب رُوح جسم سے نکل جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے''۔

ان کے گھر والے بلند آواز سے رونے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دُعا کرو، تم جو کچھ کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر امین کہتے ہیں''۔

پھر آپ ﷺ نے خود اس طرح دعا فرمائی:

☆ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ..........**

''اے اللہ! ابو سلمہؓ کی مغفرت فرما۔ اس کے درجے اپنے ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما۔ اس کے بجائے اس کے پس ماندگان کی تو ہی سرپرستی اور نگرانی فرما۔ اے رب العالمین! ہم کو اور اس کو بخش دے اور اس کی قبر کو وسیع اور منوّر فرما''۔

(صحیح مسلم)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ مرنے والے کی آنکھیں بند کر دینی چاہئیں۔

۲۔ رنج و غم میں اپنے لئے بددعائیہ کلمات کے بجائے خیر کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۳۔ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور قبر کی کُشادگی کے لئے دُعا کی جائے۔

۴۔ پسماندگی کے حق میں بھلائی کی دعا کی جائے۔

غسل و کفنِ میت کا بیان

اللہ کا کوئی بندہ جب اس جہان سے رخصت ہو کر عالمِ بقا کے لئے رختِ سفر باندھتا ہے تو اسلامی شریعت نے اس کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کرنے کا ایک خاص طریقہ

مقرر فرمایا ہے۔ جو نہایت پاکیزہ، ہمدردانہ اور خدا پرستانہ ہے۔

پہلے غسل دیا جائے۔ ٹھیک اس طرح جیسے کوئی زندہ آدمی پاکی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے۔ غسل کے پانی میں اور غسل کے لئے وہ چیزیں شامل کی جائیں جو میل کچیل کو صاف کرنے کے لئے ہیں۔ مثلاً بیری کے پتے اور صابن وگیرہ۔ کافور، لُعبان، صندل اور عطر وغیرہ بھی استعمال کیا جائے۔

صاف ستھرے سفید کپڑوں میں کفنایا جائے۔

اس کے بعد پورے احترام کے ساتھ جنازہ کو اُٹھایا جائے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے جو از اول تا آخر ثنائے الٰہی، درود نبویؐ اور مرحوم کے لئے مغفرت ورحمت کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔

بعد ازاں بظاہر قبر کے حوالے اور درحقیقت رحمتِ الٰہی کے سپرد کر دیا جائے۔

....

غسل کے بارہ میں حضرت اُمِ عطیہ انصاریہؓ کی ایک روایت یوں ہے:

"ہم رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینبؓ) کو غسل دے رہے تھے کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا تم اس کو بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ، یا پانچ دفعہ اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو۔ اور آخری بار کافور بھی شامل کر لینا"۔ حضور اکرمؐ اُن کے کفن میں شامل کرنے کے لئے اپنا تہہ بند بھی عطا فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم ان کو طاق دفعہ غسل دو۔ یعنی تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ اور داہنے اعضاء سے وضو کے مقامات سے شروع کرنا"۔

(صحیح بخاری، مسلم

کفن:

کفن کے بارے میں ارشاداتِ نبویؐ کچھ اس طرح ہیں:

☆ **اِذا کَفَنَ اَحَدُکُم اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَہٗ۔**

"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے"۔

(صحیح مسلم)

☆ فرمایا "تم سفید کپڑے پہنا کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مرنے والوں کو کفنایا کرو"۔

(سنن ابی داوٗد۔ جامع ترمذی۔ بروایت ابن عباسؓ)

☆ فرمایا "زیادہ بیش قیمت کفن استعمال نہ کیا کرو، کیونکہ وہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے"۔

(سنن ابی داوٗد۔ بروایت حضرت علیؓ)

....

مُردوں کے لئے تین اور عورتوں کے لئے پانچ اچھے سفید کپڑوں میں دفنانے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ گھر والے اس کا انتظام کر سکتے ہوں اور اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔ ورنہ مجبوری کی حالت میں صرف ایک اور پُرانے کپڑے میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے۔

غزوۂ اُحد حضرت رسولِ پاک ﷺ کے حقیقی چچا سید الشہداُ حضرت امیر حمزہؓ کو اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو صرف ایک پرانی اور اس قدر چھوٹی چادر میں کفنایا گیا تھا کہ سر ڈھانکتے تو پاؤں کُھل جاتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس چادر سے سر ڈھانک دیا گیا اور پاؤں کو **اِذْخَر** گھاس سے چھپا دیا گیا۔

میت کو نہلانے کے بعد غسل:

حضرت ابوہریرہؓ مشہور صحابی سے حضرت رسولِ کریم ﷺ کی یہ حدیث مروی ہے:

☆ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ

''جو شخص میّت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے''۔

(ابن ماجہ)

بعض دوسری کتب حدیث مثلاً سنن احمد۔ ترمذی اور ابوداؤد میں یہ بھی ہے۔

☆ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

''جو جنازہ اٹھائے وہ وضو کرلے''۔

ان دونوں ارشادات سے منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت نہلانے والے پر چھینٹیں پڑنا عین ممکن ہے۔ لہٰذا مستحب ہے کہ وہ غسل کرلے۔ میّت کو کاندھا دینے والے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وضو کرلیں تاکہ نماز کی تیاری ہوجائے۔

جنازہ کے ساتھ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیّت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازہ کے ساتھ رہے جب تک اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور اس کو دفن کیا جائے تو وہ شخص ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا۔ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو شخص صرف نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے وہ ثواب کا ایک قیراط لے کر لوٹے گا''۔

(صحیح بخاری۔ مسلم)

صف بندی:

جنازہ آگے رکھ کر امام صف کے درمیان یعنی میّت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے، مقتدی پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ صفیں طاق ہوں۔ مثلاً ایک تین یا پانچ یا زیادہ۔

نیت اور ترکیب نماز:

نماز جنازہ کی نیت اس طرح کی جائے۔

☆ ''میں نماز جنازہ کی نیت کرتا ہوں، نماز اللہ کے لئے ہے۔

☆ درود نبی کریم ﷺ کے لئے۔ دعا اس میّت کے لئے منہ خانہ کعبہ کی طرف پیچھے اس امام کے''

☆ نیت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثنا (**سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ**) آخر تک پڑھیں۔

☆ دوسری تکبیر کے بعد اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے درود شریف پڑھیں۔

☆ تیسری تکبیر کے بعد اسی طرح ہاتھ باندھے ہوئے میّت کے لئے دعا پڑھیں۔

☆ چوتھی تکبیر کے بعد امام کیساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ یہ نماز جنازہ مکمل ہوگئی۔

مکمل نماز جنازہ............ثنا:

سُبحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

اے اللہ تو پاک ہے۔ اپنی تعریف کے ساتھ اور تیرا نام برکت والا ہے

وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَآءُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اور تیری شان بلند ہے۔ تیری تعریف بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

درود شریف:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ رحمت بھیج حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر

كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

جیسا کہ تو نے درود و سلام بھیجا اور برکت، رحمت اور مہربانی فرمائی حضرت ابراہیم اور اُن کی آل پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! برکت بھیج حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

جیسا کہ تو نے برکت بھیجی حضرت ابراہیم اور اُن کی آل پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے

دُعا بالغ (مرد و عورت کے لئے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا

اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو، ہمارے ہر حاضر

وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا

اور ہمارے ہر غائب کو، ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے کو، ہمارے ہر مرد

وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا

اور ہر عورت کو۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے

فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ ط وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا

تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے جس کو موت دے

فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ

تو اس کو ایمان پر موت دے

دعا نابالغ بچہ کے لئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا

اے اللہ! اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنا دے

وَّاجْعَلْهُ لَنَآ اَجْراً وَّذُخْراً

اور اس کو ہمارے لئے اجر وثواب اور ذخیرہ بنا دے

وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّمُشَفَّعاً

اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنا دے اور وہ جس کی سفارش منظور کی جائے

دعا نابالغ بچی کے لئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا

اے اللہ! اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنا دے

وَّاجْعَلْهَا لَنَآ اَجْراً وَّذُخْراً

اور اس کو ہمارے لئے اجر وثواب اور ذخیرہ بنا دے

وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً

اور اسے ہمارے لئے سفارش کرنے والی بنا دے اور وہ جس کی شفاعت منظور کی جائے۔

چند ضروری مسائل

۱۔ نماز جنازہ کے فرض:

☆ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

☆ چار دفعہ اللہ اکبر کہنا۔

☆ سلام پھیرنا واجب ہے۔

سنتیں:

☆ امام کا میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا۔

☆ ثنا پڑھنا۔

☆ درود شریف پڑھنا

☆ دعائے جنازہ پڑھنا

مُستحب:

اگر نمازی زیادہ ہوں تو تین، پانچ یا سات طاق صفیں بنائیں۔

شرائط:

نماز جنازہ کی شرائط وہی ہیں جو عام نمازوں کی ہیں۔ مثلاً قبلہ رُو ہونا اور نیت کرنا وغیرہ۔ لیکن نماز جنازہ میں رکوع وسجود نہیں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جس شخص کو فوت گی کا علم ہی نہ ہو وہ معذور ہے۔

۲۔ صحیح ہونے کی شرطیں:

میّت مسلمان ہو، اس کا بدن اور کفن پاک ہو، ستر ڈھکا ہوا ہو، میّت کا جنازہ سامنے زمین پر رکھا ہو۔

۳۔ نماز جنازہ غائبانہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک میں جائز نہیں۔ حضرت رسولِ کریم ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا تھا۔ اسے حضور اکرمؐ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر نمازِ جنازہ غائبانہ سنت ہوتا تو صحابہ کرام اس سنت کو کیوں چھوڑتے؟ خصوصاً خلفاء راشدین۔ کیا ان کے دور میں دور دراز علاقوں، ملکوں میں مسلمان جہاد میں شہید نہیں ہوئے؟

۴۔ ان کی نماز جنازہ نہیں:

کافر، مُرتد، ماں باپ کا قاتل، جس کے عقائد حدِ کفر تک پہنچ گئے ہوں یا وہ بچہ جو مُردہ پیدا ہو۔

قِيَامُ الَّيل کے بارہ میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

☆ **اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِيلاً**......

''کچھ شک نہیں، رات کو کھڑا ہونا نفس کو بہت دبانے والا عمل ہے اور اس وقت جو زبان سے نکلتا ہے وہ خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بھی شغل ہوتے ہیں''۔

(المزمّل ۷۳:۶،۷)

اللہ رب العزت نے ایک موقع پر اپنے رسولِ برحق ﷺ کو ان الفاظ میں تہجد کا حکم دیا اور ''مقامِ محمود'' کی نوید دی۔

☆ **وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ط عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً۔**

''اور رات کے کچھ حصّہ میں بیدار ہوا کریں (یہ شب خیزی) آپؐ کے لئے زائد اور مخصوص ہے۔ قریب ہے کہ آپؐ کو آپ کا رب ''مقامِ محمود'' پر سرفراز فرمائے گا''۔

(بنی اسرائیل ۱۷:۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث کس قدر عبرت افزا ہے! بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ پاک نے رحم کیا اُس بندہ پر جو رات کو اٹھا اور اُس نے تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر وہ (نیند کی وجہ سے) نہ اٹھی تو اس کے منہ پر ہلکا سا پانی کا چھینٹا دے کر بیدار کیا''۔

''اسی طرح اللہ کی رحمت ہوئی اس بی بی پر جو رات کو اُٹھی اور اُس نے نماز تہجد ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اور اُس نے نماز پڑھی۔ اگر وہ نہ اُٹھا تو اس نے اس کے منہ پر ہلکا سا پانی کا چھینٹا دے کر اُٹھایا''۔

(سنن ابی داؤد، نسائی)

نمازِ تہجد کی قرأت:

''نمازِ تہجد کی قرأت میں نبی کریم ﷺ کبھی آواز بلند کرتے اور کبھی آہستہ پست آواز سے کلام اللہ پڑھتے تھے''۔

(سنن ابی داؤد)

تہجد کی رکعات:

حضرت رحمتِ مجسّم، شافع اُمم ﷺ تہجد کی رکعات کبھی کم کبھی زیادہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ کی رفیقہ حیات، اُمت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کردہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی دو حدیثیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک میں آپؐ نے فرمایا کہ وتر کی تین اور فجر کی سنتوں کی دو رکعتوں کے علاوہ حضورؐ آٹھ رکعات پڑھتے تھے .... دوسری حدیث نے فرمایا کہ کبھی دو کبھی چار اور کبھی چھ رکعات بھی پڑھتے تھے۔ ان احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے کہ تہجد کی کم از کم رکعات دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ہیں۔

اشراق اور چاشت

اشراق:

وہ نوافل ہیں جو طلوع آفتاب کے تھوڑی دیر بعد فوراً پڑھی جاتی ہیں۔

چاشت:

وہ نوافل ہیں جو دن اچھی طرح چڑھنے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

ارشاداتِ نبویؐ:

دو مشہور صحابی حضرت ابو داؤد اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ اس کا ارادہ ہے:

☆ یَاابْنَ اٰدَمَ اِرْکَعْ لِیْ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَکْفِكَ اٰخِرَہٗ۔

''اے فرزندِ آدم! تو دن کے ابتدائی حصہ میں میرے لئے چار رکعات پڑھا کر، میں دن کے آخری حصہ تک تجھے کفایت کروں گا''۔

(جامع ترمذی)

صلوٰۃ الاَوَّابِیْن

نمازِ مغرب کے بعد کم از کم چار، چھ یا بیس رکعات ''صلوٰۃ الاوابین'' کہلاتی ہیں۔ ان نوافل کے بارہ میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ جو کوئی نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

(طبرانی)

حصّہ دوم

نمازِ احناف وغیر مقلّدین کا فرق مع مسائل

غیر مقلّدین حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس سے بغاوت؟

غیر مقلّدین کے بزرگوں کی زبانی موجودہ دور کے غیر مقلّدین کی نشانی

غیر مقلّدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعتاً زندگی کے تمام

شعبوں میں قرآن وحدیث ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس کو جاننے کیلئے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث فقط دعویٰ کی حد تک ہے ماسوا آمین بالجہر، رفعیدین، فاتحہ خلف الامام اور ان جیسے چند متنازعہ مسائل کے دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے، سارا زور وشور ان ہی مسائل پر ہے۔ تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں۔ گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں بلکہ کفر وایمان کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہلِ حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آمین پکار کر کہے، رفعیدین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل متقی وپرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ ''اہل حدیث'' ہے نہ ''محمدی مسلمان'' ہے۔ بالآخر آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق ان کے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرائیے:۔

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن وحدیث کے عمل اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے، حالانکہ اہلِ علم وعمل اور اہلِ عرفان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

''بخدا یہ امر انتہائی تعجّب وتحیّر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوی سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں .... مقصود یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا دیکھنا آنکھوں کی

چبھن اور گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کا غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبعیتیں انصاف قبول نہیں کریں گی"۔

(الخ)

نواب صاحب ان لوگوں کے کردار سے کس قدر پریشان تھے، نواب صاحب نے ان سے تنگ آکر لوگوں کے سامنے ان کا سارا پول کھول دیا اور اپنے انتہائی کرب و بے چینی کا اظہار کر دیا۔

قارئین محترم یہ تو نواب صاحب کے زمانہ میں پیدا ہونے والے غیر مقلدین کا حال تھا اس سے اندازہ کیجئے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا کیا حال ہوگا؟

(الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ۱۵۴، ۱۵۵)

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں:

"غیر مقلدوں کا گروہ جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہلحدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہلحدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاقِ نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت جھوٹ افتراٗ سے پرہیز نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں"۔

(لغات الحدیث ج ۲: ۹۱ کتاب ش)

نواب وحید الزماں صاحب کی امام بخاریؒ پر تنقید:

نواب وحید الزماں صاحب امام بخاری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام جعفر صادق مشہور امام ہیں۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں، اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے..........

اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں''

(لغات الحدیث ج ۱: کتاب ج: ص ۶۱)

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

''اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت کی جو اعدائے اہلِ بیت علیہم السلام تھے''

(لغات الحدیث ج ۲: کتاب ۳۹،۱۰۹)

نواب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک راوی پر سخت تنقید:

نواب صاحب بخاری شریف کے ایک راوی مروان بن الحکم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حضرت عثمانؓ کو جو کچھ نقصان پہنچا وہ اسی کمبخت شریر النفس مروان کی بدولت خدا اس سے پوچھے''۔

(لغات الحدیث ج ۲: کتاب س ۲۱۳)

بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں:

امام بخاری رحمۃ اللہ نے واقعہ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں ذکر کی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے حکیم فیضِ عالم لکھتے ہیں:

''ان محدثین، ان شارحینِ حدیث، ان سیرت نولیس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت

پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کیے اور پیدا ہوتے رہیں گے"۔

ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواجِ مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جائز نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں"۔

(صدیقۂ کائنات ۱۰۶)

حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعۂ افک کی روایت میں مرفوع القلم ہیں:

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاریؒ کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی"۔

(صدیقۂ کائنات ۱۰۶)

غیر مقلدین ذرا سوچ کر جواب دیں کہ جب امام بخاری کی اس عظیم واقعہ کے متعلق احادیث کی چھان بین دھری کی دھری رہ گئی تو دیگر احادیث کے متعلق ان کی چھان بین کا اعتبار کیونکر ہوگا؟

بخاری شرف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی جرح وتنقید:

حکیم فیض عالم بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدونِ اول امام ابن شہاب زہریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے اکثر

گمراہ کن، خبیث اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف منسوب ہیں''۔

(صدیقۂ کائنات ۱۰۷)

مزید لکھتے ہیں:

''ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلاواسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے، مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سُنی تھا۔ پھر شیعہ ہو گیا۔

عین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے''

(صدیقۂ کائنات ۱۰۸)

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بعد غیر مقلدین کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھا لینا چاہیئے اور بخاری شریف کی ان سینکڑوں احادیث سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عُبادہؓ کی قرأت فاتحہ والی حدیث سے تو بالکل دستبردار ہو جانا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کی سند میں یہی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید:

حکیم فیض عالم ترمذی شریف کی روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انہیں گھڑا گیا ہے''۔

(خلافت راشدہ ۱۱۸)

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے

تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب فى اناء احدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرار۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالدے تو اسے چاہیئے کہ وہ اُسے بہا کر سات مرتبہ دھولے۔

(مسلم ج۱:۱۳۷)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طهور اناء احدكم اذاولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات اولاهن بالتراب۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے برتن کی پاکی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

(مسلم ج۱:۱۳۷، ابوداؤد ج۱:۱۰)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبولن احدكم فى الماء الدائم الذى لايجرى ثم يغتسل فيه۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو کہ بہہ نہیں رہا پھر اسی میں غسل کرے۔

(بخاری ج۱: ۳۷)

☆ عن ابی هریره عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایبولنّ احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منه

حضرت ابو ہریرہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پھر اسی سے وضو کرے۔

(ترمذی ج۱: ۲۱)

☆ عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا استیقظ احدکم من اللیل فلا یدخل یده فی الاناء حتی یفرغ عنها مرتین اوثلثاً فانه لا یدری این باتت یده

حضرت ابو ہریرہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سوکر اُٹھے تو جب تک ہاتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہالے اس وقت تک پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ سے کہاں۔

(ترمذی ج۱: ۱۳)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہورہا ہے کہ جب پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہوجائے گا چاہے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بُو، مزہ میں سے کوئی وصف بدلے یا نہ بدلے کیونکہ ان احادیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ ان تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدلے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

"آبِ باراں و دریا و چاہ طاہر و مطہّر ست پلید نمی گردو مگر بنجاستے کہ بو یا مزا یا رنگ اورا برگرداند"۔

(عرف الجادی ۹)

بارش، دریا اور کنویں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"لایفسد ماء البئرولو کان صغیرا والماء فیه قلیلا بوقوع نجاسة اوموت حیوان دموی او غیر دموی ولو انتفخ او تفسخ اوتمعط لشرط ان لا یتغیر احد اوصافه"

(الخ)

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں چھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے مرنے سے اگرچہ وہ جانور

(مرکر) پھول گیا ہویا پھٹ گیا ہو، یا اس کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۳۱)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بُو، مزہ بدلے یا نہ بدلے لیکن غیر مقلدین قلیل و کثیر میں تفریق کئے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک رنگ، بُو، مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدلے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

نوٹ:

غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیئے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

منی ناپاک ہے

☆ عن معاوية بن ابی سفيان انه سئل اخته ام حبيبة زوج النبی صلی الله عليه وسلم هل كان رسول الله صلی الله وليه وسلم يصلی فی الثواب الذی يجا معها فيه فقالت نعم اذالم يرفيه اذی

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اہلیہ حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپؐ ان میں کوئی گندگی (منی) نہ دیکھتے۔

(ابوداؤد ج۱: ۵۳)

☆ عن ابی هريرة قال فی المنی يصيب الثوب ان رأيتهٔ فاغسله والا فاغسل الثوب كله

حضرت ابو ہریرہؓ نے منی کے متعلّق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اُسے دھولو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

(طحاوی ج۱: ۴۳)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''ودر نجاستِ منی آدمی دلیلی نیامدہ''

آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی،

(بدور الاھلہ ۱۵)

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

''منی ہر چند پاک است''

منی ہر صورت میں پاک ہے

(عرف الجادی ۱۰)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

☆ **''والمنی طاھر سواء کان رطبا اویابسا مغلظا اوغیر مغلظ''۔**

منی پاک ہے چاہے تر یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ

(کنز الحقائق ۱٦)

(نزل الابرار ج:۱ ۴۹)

ملاحظہ فرمایئے:

احادیث میں صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرنا ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنت

شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل

☆ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے (اور) شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔

☆ عن ابی ثعلبة الخشنی انه سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انا نجاور اهل الکتاب وهم یطبخون فی قدورهم الخنزیر ویشربون فی اٰنیتهم الخمر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان وجدتم غیر ها فکلوا فیها واشربوا وان لم تجدوا غیرها فارحضوها بالماء وکلوا واشربوا۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہلِ کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھا پی لو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

(ابوداؤد ج۲:۱۸۱)

☆ عن عثمان قال اجتنبو الخمر فان رسول الله صلی الله علیه وسلم سما هاام الخبائث

حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں کی ماں) رکھا ہے۔

(المقاصد الحسنہ للسخاوی ۲۰۲)

☆ **عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان الله حرم الخمر و ثمنها وحرم الميتة وثمنها وحر الخنزير و ثمنه**

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی قیمت کو۔

(ابوداؤد ج۲:۱۳۷)

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور انصاب وازلام کو رجس قرار دیا ہے جس کے معنی ناپاکی کے ہیں۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

☆ **"فتحريم الحمروالخمر الذى دلت عليه النصوص لايلزم منه نجاستها بل لا بد دليل اٰخر عليه والا بقيا على الاصول المتفق عليها من الطهارة"**

یعنی گدھوں اور شراب کے حرام ہونے سے کہ جس پر قرآن وحدیث دلالت کررہے ہیں۔ ان کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا۔ ان کے ناپاک ہونے کی دوسری دلیل ہونی ضروری ہے ورنہ یہ متفق علیہ اصول یعنی طہارۃ پر باقی رہیں گے۔

(الروضۃ الندیۃ ج۱:۲۱)

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

"حکم بنجاستِ خمر بنابر حرمت بے دلیل باشد"

یعنی شراب کو حرام ہونے کی وجہ سے ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔

(عرف الجادی ۲۳۷)

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

"والمنی طاهر .... وكذالك الخمر"

یعنی منی پاک ہے اور ایسے ہی شراب (بھی پاک ہے)

(نزل الابرار ج۱: ۴۹)

ملاحظہ فرمایئے:

آیت کریمہ، احادیث و اٰثار اور اجماعِ امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے لیکن غیر مقلّدین آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماعِ امت کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ شراب پاک ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

مردار، خون، خنزیر سب ناپاک ہیں

☆ قُلْ لَّا اَجِدُ فِيمَآ اُوحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّماً عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْدَماً مَّسْفُوحاً اَوْلَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ الآية ٦:١٤٥

آپ فرما دیجئے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں جو میری طرف کی گئی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ چیز مُردار ہو، یا بہتا ہوا خون یا سؤر کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے۔

☆ عن عائشةؓ انها قالت قالت فاطمه بنت حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم يارسول الله انى لا اطهر افادع الصلوٰة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انماذٰلك عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فاتركى الصلوٰة فاذاذهب قدرها فاغسلى عنك الدم وصلى،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت حبیشؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز (پڑھنی) چھوڑ دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ (سے نکلنے والا خون) ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

(بخاری ج۱:۴۴)

☆ عن ابى ثعلبة الخشنى انه سال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انا نجا وراهل الكتاب وهم يطبخون

فی قدورهم الخنزير ويشربون فی آنيتهم الخمر فقال

رسول الله صلی الله عليه وسلم ان وجدتم غيرها فكلوا

فيها واشربوا وان لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء

وكلوا واشربوا۔

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا کہ ہم اہلِ کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، یہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن ملیں تو ان میں کھاؤ پیو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے دھو کر ان میں کھاؤ پیو۔

(ابوداؤد ج۲:۱۸۱)

آیت کریمہ اور احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردار، خون، خنزیر تینوں نجس و ناپاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر تینوں کو یکجا کر کے فرمایا اِنَّہٗ رِجْسٌ یہ ناپاک ہیں۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر

سب پاک ہیں ان کو ناپاک قرار دینا صحیح نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"وهم چنیں در آیۂ میته مرد ارحرام باشد نه نجس.........وهم چنیں استدلال بر نجاست خنزیر بلفظ رجس کماینبغی نیست.........وهم چنیں در نجس بودن هر خون سنتی صحیح ثابت نه گشته"

(بدور الاهلة ۱۵،۱۶،۱۸)

یعنی اسی طرح آیت میتہ میں مردار حرام ہوگا ناپاک نہیں.........اور ایسے ہی خنزیر کے ناپاک ہونے پر لفظ رجس سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے.........اور اسی طرح ہر خون کے ناپاک ہونے پر کوئی صحیح سنت ثابت نہیں ہوئی۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

"دعوی نجس عین بودن سگ وخنزیر وپلید بودنِ خمر ودم مسفوح وحیوان مردار ناتمام است"۔

یعنی کتے اور خنزیر کے نجس العین ہونے کا، شراب، بہنے والے خون اور مردار جانور کے پلید ہونے کا دعویٰ ناتمام ہے"۔

(عرف الجادی ۱۰)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ مردار خون، خنزیر ناپاک ہیں۔ لیکن غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ مردار، خون، خنزیر پاک ہیں ان کو ناپاک کہنا صحیح نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

(کتا ناپاک ہے)

☆ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذاولغ الکلب فی اناء احدکم فلیر قه ثم لیغسله سبع مرار۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیئے کہ وہ سے بہا کر سات مرتبہ دھولے۔

(مسلم ج۱: ۱۳۷)

☆ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طهور اناء احدکم اذاولغ فیه الکلب ان یغسله سبع مرات اولا هن بالتراب۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے برتن کی پاکی جب کہ کتا اس میں منہ ڈالدے یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھوئیں پہلی مرتبہ مٹی سے مانجھیں۔

(مسلم ج۱: ۱۳۷، ابوداوٗد ۱۰)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لعاب بھی پاک کتے کا جھونا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک، **ولا حول ولا قوۃ الاباللہ۔**

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

''وحدیث ولوغ کلب دال برنجاست تمامہ کلب ودم کلب ودم وشعر وعرق نیست بلکہ ایں الحکم مختص بولوغ اوست''۔

(بدور الاھلۃ ۱۶)

یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

''واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورھما والارجح طھارتہ کما مَرَّوکذلك فی بول الکلب وخرأہ والحق انہ لادلیل علی النجاسۃ''

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح بات یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے جیسا کہ گزر چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(نزل الابرار ج:۱ ۴۹-۵۰)

ملاحظہ فرمایئے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جھوٹا ناپاک ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے کا جھوٹا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے، یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف جامع حدیث و سنّت

حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے

☆ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثر عذاب القبر من البول،**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(مستدرک حاکم ج۱:۱۸۳)

☆ **عن ابی هریرةؓ مرفوعاً استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه**

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(فتح الباری ج۲:۲۸۹)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب پاک ہے

حلال جانوروں کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"والمنی طاھر وکذٰلك الدم غیر دم الحیضة وکذٰلك رطوبة الفرج وکذٰلك الخمر وبول مایئوکل لحمه ومالا یؤکل لحمه من الحیوانات"

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون، شرمگاہ کی رطوبت، شراب اور حلال وحرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں۔

(نزل الابرار ج۱:۴۹)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلّدین کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال یا حرام۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

وضو کے فرائض

صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں

☆ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ

(الآیۃ: ۵:۶)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)

☆ عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ وعليه عمامة قطرية فادخل يده من تحت العمامة فمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سرِ مبارک پر قطری پگڑی تھی۔ آپ نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو کھولا نہیں۔

(ابوداؤد ج۱:۱۹)

☆ قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جريج عن عطاء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ فحسر العمامة عن رأسه ومسح مقدم رأسه اوقال ناصيته بالماء۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حسے پر مسح فرمایا۔ یا حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آپ نے اپنی ناصیۃ پر مسح فرمایا پانی سے۔

(کتاب الام ج۱:۲۶)

☆ عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه رفع القلنسوة ومسح مقدم رأسه۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب اپنے سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے اور سر کے

اگلے حصہ پر مسح فرماتے۔

(رواہ الدار قطنی ج۱: ۱۰۷)

☆ **عن مالك أنه بلغه أن جابر بن عبد الله الا نصاری سئل عن المسح علی العما مة فقال لا حتی یمسح الشعر بالماء**

حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

(موطا امام مالک ۲۳)

☆ : **مالك عن ہشام بن عروة عن ابیه عروة بن الزبیر کان ینزع العمامة ویمسح رأسه بالماء۔**

حضرت عروہ بن زبیرؒ سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

(موطا امام مالک ۲۳)

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالٰی نے اس کا حکم دیا ہے لہٰذا جو شخص دورانِ وضو سر پر مسح نہیں کرے گا اس کا وضو نہیں ہوگا۔

احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دورانِ وضو یا تو ان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر سر سے پگری یا ٹوپی اتار کر مسح کرے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ سر پر مسح کے بغیر

صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسح کر لینا کافی ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسح صحیح ہے۔

(الروضۃ الندیۃ ج۱:۳۹)

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''صرف پگڑی پر بھی مسح کافی ہے''۔

(فتاوی اہلحدیث ج۱:۲۷۸)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

''والجمع بین الصلوتین والمسح علی الخفین والمسح علی العمامۃ والجوربین جائز عندنا''۔

''نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، موزوں پر مسح کرنا اور پگڑی و جرابوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے''

(نزل الابرار ج۱:۷)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ تعالیٰ تو سر پر مسح کا حکم دے رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ ہونے کی صورت میں پگڑی ہٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابۂ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسح کافی ہے۔ سر پر مسح کرنے کے لئے پگڑی وغیرہ ہٹانے کی ضرورت نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے:

☆ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

(الآیۃ: ۵:۶)

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)۔

☆ عن عبد الله بن عمرو قال تخلف عنا النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر سافر ناه فادرکنا وقد حضرت العصر فجعلنا نمسح علی ارجلنا فنادی ویل للاعقاب من النار۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پالیا اس اثناء میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ سے۔

(مسلم ج:۱، ۱۲۵)

☆ عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم رای رجلا لم یغسل عَقِبَه فقال ویل للاعقاب من النار،

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک شخص نے (دورانِ وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے آگ سے۔

(مسلم ج ۱: ۱۲۵)

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے۔ کیونکہ آپؐ ذرا سی ایڑی کے خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دورانِ وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماعِ امت بھی ہے۔

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک غیر مقلد صاحب اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"ولا یجوز الانکار علیٰ امور مختلفة فیها بین العلماء کفسل الرجل و مسحه"

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ (دوران وضو) پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

(هدیة المهدی ج۱:۶۸)

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں:

"پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے"

(فتاویٰ ابراہیمیہ ۴۱)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن و حدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں۔ اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرلے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیئے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنت

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

☆ عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ مسح یدیہ علی عنقہ امن یوم القیمۃ من الغل۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

(مسند فردوس مع تسدید القوس ج۴:۴۴)

☆ عن موسی بن طلحۃ قال من مسح قفاہ مع رأسہ وقی الغل یوم القمۃ قلت فیعتمل ان یقال حذا وانکان موقوفا فلہ حکم الرفع

''حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گدی کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچالیا جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے''۔

(التلخیص الجیر ج۱:۹۲)

☆ عن وائل بن حجر (فی حدیث طویل) فغسل وجھہ ثلثا وخلل لحیتہ ومسح باطن اذنیہ ثم ادخل خنصرہ فی داخل اذنہ لیبلغ الماء ثم مسح رقبتہ وباطن لحیتہ من فضل ماء الوجہ۔

حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر داڑھی میں خلال کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا۔ چھنگلی کان میں ڈال کر کرتا کہ پانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (گدی) کا اور داڑھی کے اندر کے حصہ کا مسح کیا چہرہ کے بچے ہوئے پانی سے۔

(معجم طبرانی کبیر ج۲۲:۴۲)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث وسنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا ''احداث فی الدین'' ہے، بدعت ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''گدن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں''

(صلاۃ الرسول ۸۳)

مفتی عبدالستار لکھتے ہیں:

''اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احداث فی الدین ہے''۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۵۳)

خالد حسین گرجاکھی لکھتے ہیں:

''وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہین بلکہ بدعت ہے''۔

(صلاۃ النبی ۷۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی اور عمل بالحدیث کی حالت کہ ذخیرۂ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذِکر نہیں، احادیث سے صاف پتہ چل رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گرون (گدی) پر خود بھی مسح کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت ہے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہہ دیا۔ (العیاذ باللہ)

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو بدعت کہنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اصاب قيئ اورعاف اوقلس اومذى فلينصرف فليتوضا. ثم ليبن علىٰ صلاته وهو فى ذالك لا يتكلم،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دورانِ نماز اُلٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ پڑے یا مُنہ بھر کرتے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیئے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بناء کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔

(ابن ماجہ ۸۷)

☆ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابى حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله انى لا اطهر افادع الصلٰوة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذٰلك عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فاتركى الصلوٰة فاذا ذهب قدرها فاغسلى عنك الدم و صلى،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھولے اور نماز پڑھ لے۔

(بخاری ج ۱: ۴۴)

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

''ونی شکند از بر آمدنِ خون و قے''

خون نکلنے اور قے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(عرف الجادی ۱۴)

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

''فلا ینقض بخروج الدم من غیر السبیلین ولوسال .... والدم انحارج من الجروح والثبور لا ینقض وکذاالقیح والصدید''

پیشاب پاخانہ کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے .... وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

(نزل الابرار ج۱: ۱۸)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا''

(دستور المتقی ۷۷)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

قے آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

☆ **عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اصابه قيئ اور عاف اوقلس اومذى فلينصرف فليتوضأ**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دوران نماز اُلٹی ہو جائے یا نکسیر بہہ جائے یا مُنہ بھر کر قے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے۔

(ابن ماجہ [illegible])

☆ **عن ابى الدرداء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قاء فتوضاء فلقيتُ ثوبان فى مسجد دمشق فذكرت ذالك له فقال صدق وانا صببت له وضوئه۔**

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو قے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے اُن سے اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

(ترمذی ۱؍۲۵)

☆ **عن ابن عمر انه كان اذارَعفَ رجع فتوضأ ولم يتكلم ثم رجع وبنىٰ علىٰ ماقد صلى۔**

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی نکسیر پھوٹ جاتی تو لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آ کر پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیتے۔

(بیہقی ج:۱ ۲۵۹)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قئے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

''ونمی شکند از بر آمدنِ خون و قے''

یعنی خون نکلنے اور قئے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(عرف الجادی ۱۴)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

''وکذ القیح والصدید''

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

(نزل الابرار ج۱: ۱۸)

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے

عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اذدخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وھم فی الصلوٰۃ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعید الوضوء ویعید الصلوٰۃ۔

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ دورانِ نماز ہی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو وضو اور نماز دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج۱:۲۴۶)

عن ابی العالیۃ (الریاحی) ان رجلا اعمیٰ تردی فی بئرٍ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ فضحک بعضر۔ من کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ضحک منھم ان یعید الوضوء والصلوٰۃ۔

حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی ایک کنوئیں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲:۳۷۶)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ قہقہہ لگانے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"ولا ینقض بالقهقهة ولو من مصل بالغ فی صلاة کاملة"

یعنی قہقہ لگانے سے وضونہیں ٹوٹتا اگر چہ بالغ نمازی کامل نماز میں قہقہ لگائے۔

(نزل الابرار ج:1

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلّدین کا عمل بالحدیث کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما

تیں کہ دوران نماز قہقہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب قہقہ لگا

سے وضونہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

اعضاءِ وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی الله عنه قال اخبر نی عمر بن الخطاب ان رجلا توضاء فترك موضع ظفر علىٰ قدمه فابصره النبی صلی الله علیه وسلم فقال ارجع فاحسن وضوئك فرجع ثم صلی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتلایا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کر کے) نماز پڑھی۔

(مسلم ج ا: ۱۲۵)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ وضو اگر اعضاءِ وضو میں سے کوئی جگہ ناخن کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا.......... ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لئے اگر کسی نے ناخن پالش لگالی ہے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ ناخن پالش ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: **کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا؟**

جواب: ناخن پالش مہندی کی قسم سے مہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالاتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش کو سمجھ لینا چاہیئے''۔

(فتاوی اہلحدیث ج:1: 351)

ملاحظہ فرمائیے:

غیر مقلّدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس سوال .... جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلّدین کا دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لئے مجتہد صاحب نے خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا۔ لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بُری طرح ٹھوکر کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے، جو لوگ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دینے پر تلے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پیس کر پانی میں ڈال کر گوندھ لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جبکہ ہاتھوں پر مہندی کا کوئی جُز بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش خالص انسانی صنعت ہے۔ اس

کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی ناخن پالش اترتی ہے ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں روکتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ چڑھائیں اور مہندی ہٹالیں اور اس پر پانی ڈال کر دیکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ لہٰذا جب پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین جو اس انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے برابر جگہ خشک رہ جانے سے وضو کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰۔۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے لوٹانے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھکتے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

عمل بالحدیث کے دعویدار بتلائیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا۔ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کیا کپڑے کے ٹخنوں سے نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو از سرِ نو وضو کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

"ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننے والوں کو از سرِ نو وضو کرنا چاہیئے"۔

(دستور المتقی ۷۸)

احناف حامئ حدیث و سنت

پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور پیٹھ کرنا منع ہے

☆ عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستد بروها ببول ولا غائط ولکن شرقوا اوغربوا قال ابوا یوب فقدمنا الشام فوجدنا مرا حیض قد بنیت قبل القبلة فننحرف عنها ونستغفر اللہ۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رُخ کرو نہ پیٹھ کرو البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرلو۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے تو ہم رُخ تبدیل کر لیتے تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

(بخاری ج۱: ۵۷، مسلم ج۱: ۱۳۰ واللفظ المسلم)

☆ عن ابی هریرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا جلس احدکم علی حاجته فلا یستقبلن القبلة ولا یستدبرها۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لئے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف رُخ کرے نہ پیٹھ۔

(مسلم ج۱: ۱۳۱)

☆ عن معقل بن ابی معقل الاسدی قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستقبل القبلتین ببول اوغائط،

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد ج۱: ۳)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو دور رہا مکروہ بھی نہیں ہے۔

چنانچہ محمد یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے''

(دستور المتقی ۴۵)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

''ولا یکرہ الا ستقبال والاستد بار للا ستنجاء''

استنجا کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(نزل الابرار ج۱:۵۳)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہونا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ استنجا خانے قبلہ رُخ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو خود رُخ بدل لیتے ہیں لیکن وائے نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

تیمّم میں دو ضربیں ہیں

☆ عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمّم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے۔

(مستدرک حاکم ج۱:۱۷۹)

☆ عن ابن عمرؓ رضی الله عنهما قال کان تیمم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ضربتین ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمّم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لئے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے۔

(جامع المسانید ج۱:۲۳۳)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دوضربوں کا ذکر نہیں۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

''تیمّم یک ضربہ ست بر زمین''

تیمّم ایک ضرب ہے زمین پر۔

(عرف الجادی ١٦)

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

''وور احادیث صحیحہ جز یک ضربہ از برای وجہ وکفین دیگر، ہیچ نیامدہ''

(بدور الاھلۃ ٣٥)

صحیح احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے لئے سوائے ایک ضرب کے اور کچھ نہیں آیا۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

☆ عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقل الحیض ثلثة ایام واکثره عشرة ایام۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

(دار قطنی ج:۱ ۲۱۹)

☆ عن الحسن ان عثمان بن ابی العاص الثقفی قال الحائض اذا جاوزت عشرة ایام فهی بمنزلة المستحاضة تغسل و تصلی۔

حضرت حسنؒ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حائضہ عورت جب دس دنوں سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے لئے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

(دار قطنی ج:۱ ۲۱۰)

مذکورہ احادیث و اثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنت

لیکن:

ان احادیث واثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل واکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"ودر تقدیر اقل واکثر حیض آنچه بتمسك ارذونیا مده"۔

(بدورالاھلۃ ۳۵)

اور حیض کی اقل واکثر مدت کے تعین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آئی۔

نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں:

"نیست مدت برائے اقل واکثر حیض .... ودر شرع دلیلی از برائے اقل واکثر طهر وحیض نیامده"۔

(عرف الجادی ۱۶)

اور اقل واکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں اور شریعت میں اقل واکثر طہر وحیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آئی۔

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

ولا حد لا قله و اکثره"

(نزل الابرار ج۱:۴۵)

اقل واکثر حیض کی کوئی حد نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث وآثار سے تو حیض کی اقل واکثر مدت ثابت ہو رہی ہے۔لیکن غیر مقلدین

احناف حامئ حدیث و سنّت

طہارت کے بغیر قرآنِ پاک کو چھونا جائز نہیں

☆ لا یمسه الا المطهرون۔

نہیں چھوتے اس (قرآن) کو مگر پاک لوگ۔

(القرآن)

☆ عن حكيم بن حزامؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم لما بعثه والیاً الی الیمن قال لاتمس القرآن الاوانت طاهر،

حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جب انہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو۔

(مستدرک حاکم ج۳: ۴۸۵، دار قطنی ج۱: ۱۲۲)

☆ عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یمس القرآن الاطاهر۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ج۱: ۲۷۶)

☆ کان ابو وائل یرسل خادمه وهی حائض الی ابی رزین فتاتیه بالمصحف فتمسك بعلاقته۔

حضرت ابو وائلؒ اپنی خادمہ کو حالتِ حیض ہی میں حضرت ابو رزینؒ کے پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

(بخاری ج۱: ۴۳)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"وقیل لا یشترط الطھارۃ لمس المصحف وجزم بہ الشوکانی وغیرہ من اصحابنا"

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے اسی پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔

(نزل الابرار ج۱:۹)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:

"اگر چہ محدث راسِ مصحف جائز باشد"

اگر چہ بے وضو شخص کے لئے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

(عرف الجادی ۱۵)

ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو چھونا جائز ہیں

رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی چھونا جائز ہے۔

احناف حامیٔ حدیث و سنت

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله صلی الله علیه وسلم یارسول الله انی لا اطهر افادع الصلوٰة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما ذٰلك عرق لیس بالحیضة فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلوٰة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنك الدم و صلی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابو حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ ... (بخاری ج ۱: ۴۴)

☆ عن ابی سعید الخدری .... قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی باصحابه افخلع نعلیه فوضعهما عن یساره فلما رای القوم ذالك القوا نعالهم فلما قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاته قال ماحملكم علی القائكم نعالكم قالوا رأیناك القیت نعلیك فالقینا نعالنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان جبریل علیه السلام اتانی فاخبرنی ان فیهما قذرا۔

حضرت ابوسعید دری ؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابۂ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نماز سے فارغ ہوکر پوچھا کہ تمہیں ... ابہ نے عرض کیا ہم نے ... تارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے۔

(ابوداؤد۔ ج ۱: ۹۵)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلاتفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لئے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"فمن صلیٰ ملا بسالنجاسة عامدا فقد اخل بواجب وصلاته صحيحة"

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

"وطہار [illegible] صحت نماز گردانیدن کماینبغی نسیت"

نماز کے صحیح ہونے کے لئے اُٹھائی ہوئی چیز اور پہنے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار [illegible] مناسب نہیں۔

(بدور الاہلة ۳۹)

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں:

"یادر جامۂ ناپاک نماز گزارو نمازش صحیح ست"

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

(عرف الجادی ۲۲)

ملاحظہ فرمائیے:

آیت کریمہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لئے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب طہارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاکی لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

قارئین آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ وَعَهِدْ نَآ اِلىٰٓ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ، ۱۲۵:۲

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السّلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو۔ طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

☆ وَطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔

۲٦:۲۲

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنیوالوں کے لئے پاک رکھنا۔

☆ عن ابن عمران النبی صلی الله علیه وسلم نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة اوالمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهر بیت الله۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں، جانور ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے باڑے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

(ترمذی ج۱:۱۸)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہؓ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے رُک جا رُک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب پاخانہ کے لئے نہیں ہوتیں، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کے لے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"وطہارتِ مکانِ نماز واجب ست شرطِ صحت نماز نیست"

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے۔

(بدور الاہلۃ ۴۰)

ملاحظہ فرمائیے:

آیات کریمہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

☆ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ (۷:۱۳)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے وقت

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا

تقبل صلوٰة الحائض الا بخمار،

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوان عورت کی نماز

اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج۱:۸۶، ابوداؤد ج۱:۹۴)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

آیت کریمہ، حدیث مبارک اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا رہنے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"واما آنکہ نمازِ زن اگرچہ تنہا یا بازناں یا باشوہر یادیگر محارم باشدبے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست"

رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگر چہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہوتو پورے ستر کے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔

نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں:

"وازینجا دریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں شدیا درجامۂ ناپاك نماز گزارد نمازش صحیح ست"

یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصّہ بھی نماز میں کھل جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث اور اجماعِ اُمت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے والے کے لئے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلّدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں ہوتی۔ ستر ڈھانپے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

☆ عن عبد الله بن مسعود قال ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم صلىٰ صلاة لغير ميقاتها الا صلوٰتين جمع بين المغرب والعشاء (بجمع) وصلى الفجر قبل ميقاتها۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے۔

(بخاری ۲۰۲۸)

☆ عن رافع بن خديج .... قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر۔

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

(ترمذی ج۱: ۴۰)

☆ عن محمود بن لبيد عن رجال من قومه من الانصار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانه اعظم للاجر،

حضرت محمود بن لبیدؓ نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کرو گے تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ کے مزدلفہ میں غلس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نہ نقل فرماتے۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکیدی حکم اور عام صحابۂ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے''۔

(دستور المتقی ۸۰)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے''۔

(فتاوی علماء حدیث ج۲: ۱۵۵)

ملاحظہ فرمایئے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجالے میں پڑھتے تھے اور صحابۂ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے۔ کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابۂ کرام آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے۔ لہٰذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیئے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچئے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت ہو سکتی ہے؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے

☆ **عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلوة واذا كان البرد عجل،**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور سردی میں جلد پڑھ لیتے تھے۔

(نسائی ج:۱ ۵۸)

☆ **عن ابى سعيد قال قال رسول الله سلى الله عليه وسلم ابردوا يالظهر فان شدة الحرمن فيح جهنم۔**

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنّم کے بھاپ (کی وجہ) سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصّلوۃ والسّلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا نبی علیہ الصّلوۃ والسّلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

(بخاری ج:۱ ۷۷، مسلم ج:۱ ۲۲۴)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اوّل وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

ثناءاللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱:۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلّدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھی جانے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے؟

قارئین فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

☆ عن عقبة بن عامر الجهني يقول ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا ان نصلي فيهن او ان نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اور مُردوں کو دفنانے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سُورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

(مسلم ج۱:۲۷۶)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

اس صریح وصحیح مرفوع حدیث کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔

چنانچہ نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

"ومنها تحیة المسجد .... وهی مشروعة فی جمع الاوقات حتی فی الاوقات المنهی عن الصلوٰة فیها" الخ

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے۔ حتیٰ کہ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی،

(نزل الابرار ج۱: ۱۲۷)

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

"مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱: ۱۴۴)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی سی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلّدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

☆ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى:

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

☆ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا:

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

☆ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ :

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

☆ عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(نسائی ج۲:۳۶)

☆ عن ابى قتادة (فى حديث طويل) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اما انه ليس فى النوم تفريط انما التفريط على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ وقت الصلوة الاخرى۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں ہے: تفریط اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(مسلم ج۱:۲۳۹)

☆ عن ابی ذر قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انت اذا کانت علیك امراء یؤخرون الصلٰوة عن وقتها اویمیتون الصلٰوة عن وقتها قال قلت فماتأ مرنی قال صل الصلٰوة لوقتها فان ادرکتها معهم فصل فانهالك نافلة۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہ رسول اللہ صلی اللہ لیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ (اے ابوذر) تمہارااس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کواس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز کو مار کر پڑھیں گے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔

(مسلم ج۱: ۲۳۰)

☆ عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقد اتی بابا من الکبائر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

(ترمذی ج۱: ۴۸، مستدرک حاکم ج۱: ۲۷۵)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

فٹ بال کھیلنے کے لئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلّدین کے یہاں جمع بین الصّلوٰتین کے لئے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصّلوٰتین جائز ہے۔ ذیل میں ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصولِ انعام کے لئے مثلاً آپ شیلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضاء نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفٰی)

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے۔ کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کرلیں، کہ نماز کے وقت کھیل کُود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔

(فتاوی ثنائیہ ج:۱: ۶۳۱)

نوکری کے لئے جمع بین الصّلوٰتین:

سوال: نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کیساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟

جواب: واقعی اگر وقتِ عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج:۱: ۴۳۶)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلّدین کا قرآن وحدیث پر عمل، قرآن کہہ رہا ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابۂ کرام کو تاکید فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہِ کبیرہ قرار دے رہیں ہیں، اسی پر صحابۂ کرام کا عمل ہے۔

لیکن:

غیر مقلّدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصّلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں، عذر ہو یا نہ ہو، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں

☆ عن ابی محذورة ان النبی صلی الله علیه وسلم علمه الاذان تسع عشرة کلمة والا قامة سبع عشرة کلمة

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے آپ کو اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے ۱۷ کلمات۔

(ترمذی ج۱: ۴۸، نسائی ج۱: ۷۳، دارمی ج۱: ۲۱۷)

☆ عن ابی محذورة قال علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الاذان تسع عشرة کلمة والا قامة سبع عشرة کلمة الاذان "الله اکبر، الله اکبر۔ والا قامة سبع عشرة کلمة، "الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، اشهدان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهدان محمد رسول الله ، اشهدان محمد رسول الله، حیی الصلوٰة ،حیی الصلوٰة، حیی علی الفلاح، حیی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰة ،قدقامت الصلوٰة ،الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله"۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے ۱۹ کلمات سکھائے اور اقامت کے سترہ، اذان کے کلمات تو یہ ہیں.......... اور اقامت کے ۱۷ کلمات اس طرح ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا الٰہ الا اللہ، اشہدان لا الٰہ الا اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، حیی الصّلوٰۃ، حیی الصّلوٰۃ، حیی علی الفلاح، حیی علی الفلاح، قد قامت الصّلوٰۃ، قد قامت الصّلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

(ابن ماجہ ۵۲، ابوداوٗد ۷۳)

☆ **عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه انه كان اذالم يدرك الصلوٰة مع القوم اذن واقام ويثنى الا قامة۔**

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں جس وقت نماز جماعت کے ساتھ نہ ملتی تو وہ خود ہی اذان واقامت کہہ لیتے اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

(دارقطنی ج۱:۲۴۱)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ اقامت اکہری کہنی چاہیئے۔ یہی افضل ہے، اور اذان و اقامت کی یہ صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو اس کا حدیث میں نام و نشان نہیں ہے چنانچہ:

ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے، زید بن عبد البر کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱: ۵۲۸)

محمد سلیمان کیلانی صاحب لکھتے ہیں:

''باقی رہی یہ تیسری صورت کہ اذان بغیر ترجیع کے ہو اور اقامت دوہری ہو تو حدیث سے اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ معلوم نہیں دوستوں نے اسے کہاں سے ایجاد کرلیا''۔

(حاشیہ صلوٰۃ النبی، مرتبہ خالد گرجاکھی ۱۰۲)

ملاحظہ فرمائیے:

ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ان بیچاروں کا مبلغ علم ہی اتنا ہے کہ انہیں یہ احادیث نظر نہیں آتیں، یا پھر یہ ہے کہ ان احادیث کو دیکھ کر یہ لوگ آنکھیں بند کر لیتے ہیں بہر کیف جو بھی ہو فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ فیصلہ فرمائیں کہ اتنی احادیث کے خلاف کسی عمل کو اپنی طرف سے افضل قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا سُنت ہے

☆ **عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه انه ابصر النبی صلی الله علیه وسلم حین قام الی الصلٰوة رفع یدیه حتی کاتنا بحیال منکبیه وحاذی بابها میه اذنیه ثم کبر،**

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۰۵)

☆ **عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه انه رای النبی صلی الله علیه وسلم اذا فتتح الصلٰوة رفع یدیه حتی تکاد ابها ماه تحاذی شحمة اذنیه،**

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہو گئے۔

(نسائی ج۱: ۱۰۲)

☆ عن وائل بن حجر انه رأى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل فى الصلوة كبر وصف همام حيال اذنيه۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا۔ (حدیث کے راوی ہمام کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو) کانوں تک اُٹھائے۔

(مسلم ج ۱: ۱۷۳)

☆ عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا اكبر رفع يديه حتى يحاذى بهما اذنيه وفى رواية عنه حتى يحاذى بهما فروع اذنيه،

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے"۔

(مسلم ج ۱: ۱۶۸)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے''۔

(صلاۃ النبی ۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں:

''تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا''۔

(اہلحدیث کے دس مسئلے ۲۸)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اُٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی اٹھاتے ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنت

نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

☆ **اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قالت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله و يجعالهما اسفل من السرة،**

حجاج بن حسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سُنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کس طرح باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج:۱ :۳۹۱)

☆ **عن ابراهيم قال يضع يمينه علٰى شماله فى الصلٰوة تحت السرة،**

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج:۱ :۳۹۱)

☆ **عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله فى الصلٰوة تحت السرة۔**

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج:۱ :۳۹۰)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نامناسب ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ باندھے''۔

(دستور المتقی ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

''ویضع الیمنی علی الیسری ثم یضعھما علی صدرہٖ وھوالمختار''۔

اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی مختار مذہب ہے۔

(نزل الابرار ج:۱ ۷۳)

مولوی خالد گرجاکھی لکھتے ہیں:

''مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم ہوتا ہے، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں''۔

(صلاۃ النبی ۱۵۷)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا ایک نماز میں آزار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے آزار بند سنبھال لیا، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف امت کا المیہ ۷۸)

ملاحظہ فرمائیے:

جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاقِ نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں چوکتے۔

احناف حامئ حدیث و سنت

نماز میں بِسم اللہ اونچی اواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

☆ عن انسؓ قال صليت خلف رسُول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكرو عمرو عثمان رضى اله عنهم فلم اسمع احدا منهم يجهر بسم الله الرحمٰن الرحيم،

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سُنا۔

(نسائی ج۱: ۱۰۵)

☆ عن انس قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكرو عمر و عثمان فلم اسمع احدامنهم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بِسم الله الرحمن الرحيم پڑھتے ہوئے نہیں سُنا۔

(مسلم ج۱: ۱۷۲)

☆ عن انسؓ ان النبى صلى الله عليه وسلم و ابا بكرو عمر كانوا يفتتحون الصلٰوة بالحمد الله رب العٰلمين۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد اللہ رب العٰلمین سے شروع کرتے تھے۔

(بخاری ج۱: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا، لہٰذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ رب العٰلمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ لے۔

(ترمذی ج۱: ۵۷)

☆ **عن ابراهیم قال جهر الامام بسم الله الرحمٰن الرحیم بدعة۔**

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۴۱۱)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”والحاصل ان الحق ثبوت قراء تها وانها آية من كل سورة وانها تقرأفى الصلوٰة جهرافى الجهرية وسرافى السرية“۔

(الروضة الندية ج۱:۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اونچی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سراً (آہستہ)۔

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور خلفاء راشدین بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اونچی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلّدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیے، حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عمل کے خلاف کسی عملِ بدعت کو بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت؟ بھلا جس عمل کو صحابہ اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے؟

نوٹ:

غیر مقلّدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسر' یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے

☆ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

☆ عن يسير بن جابر قال صلى ابن مسعود فسمع ناسا يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اما آن لكم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امركم الله،

حضرت یسیرؒ بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأۃ ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(تفسیر طبری ج۹: ۱۱۰)

☆ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا يعنى فی الصلوٰة المفروضة۔

حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذا قرئ القرآن الآية کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۸۸)

☆ عن ابی موسی الاشعری قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذ اکبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذاقال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(مسلم ج ا:۱۷۴)

☆ عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدة فلیکن اول ذکر احدکم التشهد۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدة میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیئے۔

(ابن ماجہ ۶۱)

☆ عن ابی هریرة قال قال رسول الله سلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذااکبر فکبروا واذا قرأفا نصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے، تو تم خاموش رہو اور جب وہ **سمع الله لمن حمده** کہے تو تم **اللّٰهم ربنالك الحمد** کہو۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۷)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الامام ليؤتم به فاذ اكبر فكبروا واذا قرأفانصتوا۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(نسائی ج ۱: ۱۰۷)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله سلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به واذ اكبر فكبروا واذا قرأفانصتوا واذاقال غير المغضوب (عليهم) ولا الضالين فقولوا آمين۔**

(الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو جب وہ **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** کہے تو تم آمین کہو۔

(ابن ماجہ ۶۱)

☆ ثنا سفیٰن بن عیینة عن الزهری عن ابن اکیمة قال سمعت ابا هریرة یقول صلی النبی صلی الله علیه وسلم باصحابه صلاة نظن انها الصبح فقال هل قرأمنکم من احد قال رجل اناقال انی اقول مالی انازع القرآن۔

ابن اکیمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کوفرماتے ہوئے سُنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کونماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت (کشمش) کیوں کی جارہی ہے۔

(ابن ماجہ ٦١)

☆ عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة۔

حضرت جابر عن عبداللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأۃ ہی اس کی قرأت ہے۔

(مؤطاامام محمد ٩٥)

☆ عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کل من کان له امام فقراء ته له قرأة۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأۃ ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ١: ٣٧٧)

☆ عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأة الامام له قرأة۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۲۸)

☆ عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأة الامام له قرأة۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(کتاب القرأۃ ۱۷۰)

☆ عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فان قرأة الامام لهٗ قرأة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأۃ ہی اس کی قرأۃ ہے۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۵۶)

☆ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تكفيك قرأة الامام خافت اوجهر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تجھے امام کی قرأۃ کافی ہے۔ چاہے وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے یا اونچی آواز سے۔

(دار قطنی ج:۱ ۳۳۱)

☆ عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة۔

(کتاب القرائۃ للبیہقی ۱۵۳)

☆ عن انس قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم باصحابه ثم اقبل بوجهه فقال اتقراء ون والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہوکر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام قرأت کررہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

(طحاوی ج ۱: ۱۵۰ و کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۵۱)

☆ عن یحیی بن عبد الله بن سالم العمری ویزید بن ابی عیاض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من کان منکم له امام فائتم به فلایقرأن معه فان قراء ته له قراء ة۔

یحیی بن عبداللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ قرأت نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۸۳)

☆ عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من صلی رکعة فلم یقرأفیها بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

(طحاوی ج ۱: ۱۴۹، مصنف عبدالرزاق ج ۱: ۱۷۰)

☆ **عن ابی هريرة (رضی الله عنه) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لايقرأفيها بام الكتاب فهی خداج الاصلاة خلف امام۔**

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے۔ سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۷۱)

☆ **عن الشعبی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاقرأة خلف الامام۔**

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں۔

(دارقطنی ج ۱: ۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ بولیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیں، آپ نے فرمایا بلا لو۔ حضرت ام فضل بولیں یا رسول اللہ عباس کو بھی بلا لیں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اُٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع

کی، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یارسول اللہ ابو بکرؓ بہت نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی رو دیں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پرھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو (حضرت ابو بکرؓ کو متنبہ کرنے کے لئے) سبحان اللہ کہا، حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراۃ اسی جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابو بکرؓ پہنچے تھے۔

(ابن ماجہ ۸۸، ملحاوی ج۱:۲۷۶، مسند احمد ج۱:۲۳۲، دار قطنی ج۱:۳۹۸)

☆ **عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال القارى غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال من خلفه آمين فوافق قوله قول اهل السماء غفرله ماتقدم من ذنبه۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہلِ آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(مسلم ج۱:۱۷۶)

☆ **عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملئكة تؤمن فمن وافق تامينه تامين الملئكة غفرله ماتقدم من ذنبه۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔
(بخاری ج۲: ۹۴۷، نسائی ج۱: ۱۰۷، ابن ماجہ ۶۱)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فان الملئكة تقول آمين وان الامام يقول آمين فمن وافق تامينه تامين الملئكة غفرله ماتقدم من ذنبه۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام **غير المغضوب عليهم ولا للضالين** کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
(نسائی ج۱: ۱۰۷، دارمی ج۱: ۲۲۸، مسند احمد ج۲: ۲۳۳)

☆ **عن الحسن عن ابی بكرة انه انتهیٰ الی النبی صلی الله عليه وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الی الصف فقال زادك الله حرصاولا تعد،**

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور

آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

(بخاری ج۱: ۱۰۸)

☆ **عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفتتح الصلوٰة بالتكبير والقرائة بالحمد لله رب العلمين۔**

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قرأت الحمد للہ رب العلمین سے۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۱۴)

☆ **عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبى صلى الله عليه وسلم قال لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً قال سُفيان لمن يصلى وحده۔**

حضرت عبادہ بن صامتؓ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۱۹)

☆ **قال الامام الترمذى واما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبى صلى الله عليه وسلم لا صلوٰة لمن لم يقراء بفاتحة الكتاب اذا كان وحدهٗ۔**

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

(ترمذی ج۱: ۷۱)

احناف حامیٔ حدیث و سنت

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے

☆ عبد الرزاق عن عبد الرحمٰن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال من قرأخلف الامام فلا صلاة له قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله سلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمرو عثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

امام عبد الرزاق عبد الرحمٰن بن زیدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زیدؒ فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲:۱۳۹)

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان:

☆ عن نافع وانس بن سيرين قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام۔

امام نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۳۷۶)

☆ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه لا یقرأ خلف الامام جهرا ولم یجهر۔

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ۱۸۴)

☆ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔

محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

(مؤطا امام محمدؒ ۹۸)

حضرت علیؓ کا فرمان:

☆ عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ''جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا''۔

(دارقطنی ج:۱ ۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۱ ۳۷۶)

☆ عن دائود بن قلیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأمع الامام فلیس علی الفطرۃ۔

محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۸، طحاوی ج:۱ ۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول وعمل:

☆ عن ابی وائل قال جاء رجل الیٰ عبد الله (بن مسعود) فقال یا ابا عبد الرحمٰن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰة شغلا و سیکفیك ذلك الامام۔

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱: ۳۷۶، کتاب القرأت للبیہقی ۱۴۶، موطاامام محمد ۹۶)

☆ عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه وفیما یخافت فیه فی الاولیین ولا فی الاخریین۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

(موطاامام محمد ۹۶)

☆ عن علقمة عن ابی مسعودؓ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه ترابا۔

حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(طحاوی ج ۱: ۱۵۰ ومصنف عبدالرزاق ج ۲: ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول و عمل:

☆ **مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لايقرأ خلف الامام**

امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرلیا کرے۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

(مؤطا امام مالک ٦٨)

☆ **عن القاسم بن محمد قال كان ابن عمر لايقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر، الحديث۔**

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ۱۸۴)

☆ **عن عبيد الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالو لا تقراء وا خلف الامام فى شيئ من الصلٰوة۔**

عبداللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

(طحاوی ج:۱ ۱۵۰)

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول وعمل:

☆ **عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سال زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیٔ۔**

حضرت عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

(مسلم ج:۱ ۲۱۵، نسائی ج:۱ ۱۱۱)

☆ **عن زيد بن ثابت قال لا يقرأ خلف الامام ان جهر ولا ان خافت۔**

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۱ ۳۷۶)

☆ **عن ابن زكوان عن زيد بن ثابت و ابن عمر كانا لا يقرآن خلف الامام۔**

ابن زکوانؒ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج:۲ ۱۴۰)

☆ **عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثه عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلاصلاۃ لهٗ۔**

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؒ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مؤطا امام محمد ۱۰۰، مصنف ابن ابی شبیۃ ج۱: ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ج۲: ۱۳۷)

☆ **عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ابیه زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلاۃ له۔**

حضرت موسیٰ بن سعدؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی ۱۸۵)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان:

☆ **اخبرنا داود بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذکرله ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرۃ۔**

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داؤد بن قیس فراؒ مدنی نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(مؤطا امام محمد ۹۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

☆ **عن ابی حمزة قال قالت لا بن عباس اقرأ والا مام بين يدى فقال لا۔**

ابو حمزہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں اس صورت میں قرأت کرسکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

(طحاوی ج۱:۱۵۱)

☆ **عن عكرمة عن ابن عباس انه قيل له ان ناسا يقرء ون فی الظهر والعصر فقال لو كان لی عليهم سبيل لقلعت السنتهم ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قرأ فكانت قراء ته لنا قراء ة وسكوته لنا سكوتا۔**

حضرت عکرمہؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر وعصر میں قرأت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

(طحاوی ج۱:۱۴۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول وعمل:

☆ **مالك عن ابی نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلی ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔**

حضرت امام مالکؒ ابونعیم وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

(مؤطا امام مالک ٦٦، ترمذی ج۱:۱

☆ **عن جابر قال لا یقرأ خلف الامام۔**

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

(مصنف ابن ابی شبیۃ ج۱:۶۷

☆ **عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد ال**

اتقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر شیاً فقال لا۔

حضرت عبید اللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آ

ظہر وعصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔آپ نے فرمایا،نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲:۱

حضرت محمد بن سیرینؒ ۱۱۰ھ کا فرمان:

☆ **عن محمد قال لا اعلم القراء ۃ خلف الامام من السنۃ**

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت

جانتا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱: ۷

حضرت امام ابوحنیفہؒ م۱۵۰ھ کا مسلک:

☆ **قال محمد لا قراء ۃ خلف الامام فیما جھر فیہ ولا ف**

لم یجھر و بذالک جاء ت عامۃ الآثار وھو قول ا

حنیفۃ۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(مؤطا امام محمد ۹۴)

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک:

☆ **قال محمد وبه ناخذ لانرى القراءة خلف الامام فى شيئ من الصلوة يجهر فيه اولا يجهر۔**

امام محمد رحمتہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے، ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

(کتاب الآثار بروایت الامام محمدؒ ۲۳)

حضرۃ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱)،

امام زہریؒ (م ۱۲۴ھ)، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)،

سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) اور اسحٰق بن راہویہؒ (۲۳۸ھ) کا مسلک:

☆ **وجملة ذالك ان القراءة غير واجبة على الماموم فيما جهر به الامام ولا فيما اسربه نص عليه احمد فى رواية الجماعة و بذالك قال الزهرى والثورى وابن عيينة ومالك وابو حنيفة واسحق۔**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں .... امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور اسحٰق ابن راھویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(مغنی ابن قدامۃ ج ۱: ۵۶۲)

حضرت امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) کا مسلک:

☆ نحن نقول کل صلاۃ صلیت خلف الامام والا مام یقرأ قراء ۃ لا یسمع فیها قرأ فیها۔

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرلے۔

(کتاب الام ج۷:۱۶۶)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م۵۶۱ھ) کا فرمان:

☆ وکذالك ان کان ماموما ینصت الی قراء ۃ الامام ویفهمها۔

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لئے خاموش رہنا چاہیئے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(غنیۃ الطالبین مترجم ۵۹۲)

مذکورہ بالا آیات کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس مین آپ نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ مکبّر کا فریضہ انجام دینے لگے اور آپ امامت کرانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں تک حضرت ابو بکرؓ کر چکے تھے اور مسند احمد کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابو بکرؓ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور ہے بھی یہ آپ کا آخری فعل جس کا کوئی ناسخ

بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں اس کی دلیل ہوئے۔

۲۔ آمین کی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قرأت کرنے والا) فرمایا نیز آپ نے حکم دیا کہ جب امام **غیر المغضوب علیہم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے۔ مقتدی کا نہیں، ورنہ تو آپ اوّل تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے ....مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم **ولا الضالین** کہہ چکو تو آمین کہو مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام **ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔

نیز احادیثِ آمین سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آمین میں موافقت کرنے کا مفہوم بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آمین امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے۔ (کیونکہ قرأت قرآن خاصہ انسان ہے۔ کسی اور کو یہ حاصل نہیں)۔ پس چاہیئے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہوتا کہ مقتدیوں اور فرشتوں کی آمین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔ علیہ

۳۔ حضرت بکرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لئے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرۃؓ کو دُعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوٹاؤ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر

سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرۃ ؓ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۴۔ حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورۂ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں **واذا اقرأ فانصتوا** کے بعد **واذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین** کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی قرأت میں شامل ہے اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے۔ مقتدی کا نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو ظاہر ہے کہ **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** سورۂ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرأت سے روکا گیا ہے سورۂ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے اور سورۂ فاتحہ کی ممانعت اوّلاً و بالذات ہے اور دوسری سورتوں کی ممانعت ثانیاً اور بالتبع۔

۵۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث **لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً** ۔اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے ہے۔

اوّل یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کیساتھ قرأت نہ کرے''۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ منفرد کیلئے ہے مقتدی کے لئے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

آئمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض وواجب سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ وتابعین اور اقوالِ ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہیے امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔

چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادرزادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:

''فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی''۔

(فتاوی نذیریہ ج:۱: ۳۹۸)

نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''بعدہ سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ درپس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح ست و نہ ادراکِ رکعت معتدبہ''

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

(عرف الجادی ۲۶)

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

''ومن فرائضها قراءة الفاتحة لقادر عليها في كل ركعة من الثنائية والرباعية في الفرائض والنوافل للامام والماموم والمنفرد و المسبوق''۔

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لئے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مسبوق ہر ایک کے لئے۔

(نزل الابرار ج۱: ۷۵)

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں از روئے قرآن وحدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی''۔

(فتاوی ثنائیہ ج۱: ۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ ''**فصل الخطاب فی قرائۃ فاتحۃ الکتاب**'' شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

''جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے، بیکار ہے، باطل ہے''۔

(فصل الخطاب ۱)

ملاحظہ فرمائیے:

قرآن وحدیث آثار صحابہ وتابعین وغیرہ سے تو یہ ثابت ہو رہی ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ہی نہیں چاہیئے خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ کی قرأت فرض وواجب ہے اگر وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورۂ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہوئی، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں

متبعین جن میں حضرت داتا علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ باقی باللہؒ، مجدّد الف ثانیؒ، حضرت طاہر بندگیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے سینکڑوں اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہوئی کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلّدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارکِ نماز ہوئے اور تارکِ نماز غیر مقلّدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لئے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلّدین کی یہ اتنی بڑی جرأت و جسارت ہے جو غیر مقلّدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ قارئین آپ نے غیر مقلّدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلئے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبلؒ کیا فرماتے ہیں۔

فتویٰ امام احمد بن حنبلؒ:

''اہلِ اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سُنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں ہوئی، یہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہلِ حجاز میں اور یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہلِ عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہلِ شام میں اور یہ لیثؒ ہیں اہلِ مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے''۔

(مغنی ابن قدامہ ج۱:۵۶۶)

احناف حامئ حدیث و سنّت

جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابو بکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس (مسجد نبوی میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئتم الى الصلٰوة و نحن سجود فاسجدوا ولا تعتدو ها شيئا ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلٰوة۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۲۹، مستدرک حاکم ج۱: ۲۱۶)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں اور یہ غیر مقلّدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے ان تمام احادیث و آثار اور اجماعِ اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوتی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن گورکھپوری لکھتے ہیں:

''مدرکِ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے''۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱:۴۹۶)

نوٹ:

یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

''بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتدبہ''۔

سورۂ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے سے) رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

(عرف الجادی ۲۶)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"ولووجد الامام فی الرکوع لایعتد بتلك الرکعة لان قراءة الفاتحة فرض عندنا"

اگر امام کو رکوع میں پالیا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

(نزل الابرار ج۱: ۱۳۳)

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں:

"مدرک رکوع کی رکعت ہر گز نہیں ہوتی"۔

(دستور المتقی ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے:

اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمارہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ لیکن غیر مقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہر گز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان لینے سے ان کے مسلک پر زد پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قولِ رسول کی پرواہ نہ آثارِ صحابہ کی فکر، نہ اجماع کا خیال۔

احناف حامیٔ حدیث و سنت

نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے

☆ **عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال القارى غير المغضوب عليه ولا الضالين فقال من خلفه آمين فوافق قولُه قول اهل السماء غفرله ماتقدم من ذنبهٖ۔**

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرأت کرنے والے (امام) نے **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** کہا اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(مسلم ج:۱:۱۷۶)

☆ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فان الملائكة تقول آمين وان الامام يقول آمين فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفرله ماتقدم من ذنبهٖ۔**

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام **غیر المغضوب عليهم ولا الضالين** کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(ابوداؤد ج:۱:۱۱۳)

☆ عن الحسن ان سمرة بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا فحدث سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتتين سكتة اذا اكبرو سكتة اذا فرغ من غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سمرة وانكر عليه عمران بن حصين فكتبافى ذالك الىٰ ابى بن كعب فكان فى كتابه اليهما اوفى رده عليهما ان سمرة قد حفظ۔

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرۃؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (نماز میں) دومرتبہ خاموش ہونا یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ چکتے دوسرے جب آپ **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** پڑھ کر فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرۃؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔

(ترمذی ج۱: ۵۹)

☆ عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين و خفض بها صوته۔

حضرت علقمہ بن وائلؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے (نماز میں) **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** پڑھا تو آپ نے آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

(ترمذی ج۱: ۵۸)

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے:

☆ **عن ابراهيم قال عمر اربع يُخفين عن الامام التعوذو بسم الله الرحمٰن الرحيم و آمين واللهم ربنا لك الحمد۔**

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ ١. اعوذ بالله، ٢. بسم الله
٣. آمين ٤. اللّٰهم ربنا لک الحمد.
(کنزل العمال ج۸:۴:۲۷۴)

ملاحظہ کیجئے:

٢۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت وائلؓ کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورۂ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

٣۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین

کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۴۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے۔ ۲) خشوع واخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے۔ ۳) اخفاء میں بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سُنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔

۵۔ خلفاءِ راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ابو معمرؒ وغیرہ ہما کے آثار سے واضح ہے۔

۶۔ اکثر صحابۂ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۷۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی۔ کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری وامام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں۔ کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اونچی آواز سے آمین کہنا سُنت ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر اُن سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارکِ سنت سمجھ کر نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مغرب و عشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں''۔

الخ (دستور المتقی ۱۱۱

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں:

''پس آج کل بھی جو ناعاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والو سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے''۔

(فتویٰ آمین بالجہر ۴

مولوی محمد صاحب جونا گڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

''خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا''۔

(دلائل محمدی ج ۲: ۔

مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے ابا جان

مولوی نور محمد گرجاکھی صاحب یوں زہر اگلتے ہیں:

''اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو''۔

(اثبات آمین بالجہر ۱۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دِل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی غلیظانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبرابازی کی اس سے بدتر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب حنفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

۱۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے۔.......... حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔

۲۔ یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے.......... حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

۳۔ یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے.......... حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کرلیتے ہیں۔

۴۔ یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے.......... حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

۵۔ یہودی سلام سے حسد کرتے تھے.......... حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

۶۔ یہودی علماء ومشائخ کی تقلید کرتے تھے.......... حنفی بھی علماء ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

۷۔ یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے.......... حنفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

۸۔ یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے.......... حنفی بھی اقوال الرجال ہی پیش کرتے ہیں۔

۹۔ یہودی حضرت موسیٰؑ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہوگئے تھے.......... حنفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم بھول گئے۔

۱۰۔ جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں.......... حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔ لہٰذا یہی اس امت کے یہودی ہیں''۔

(اثبات آمین بالجہر ۲۰)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب سے ایک سوال ہوا:

سوال: حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہے۔ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر المغضوب پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ آمین کہے یا پہلے الحمد پڑھے۔(محمد علی خطیب جامع مسجد جنڈیالہ) آپ نے جواب دیا کہ۔

جواب: دونوں باتوں پر عمل کرے امام کے ساتھ بھی آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے۔ (الخ)

(فتاوی اہلحدیث ج۱: ۳۹۳)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام مفتی عبدالستار سے بھی ایک ایسا ہی سوال ہوا آپ نے جو اس کا جواب دیا مع سوال کے ملاحظہ فرمائیے:

سوال: مسبوق نے امام کی اقتداء اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں؟ اگر کہے گا تو اپنی الحمد پوری کر کے کہے یا نہیں؟ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئے گا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد فاتحہ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے اب کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔

(سید اللہ وتا نصیر آبادی)

خواب: اس کا نام تحریف نہیں اتباع امام ہے۔امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی آمین کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔الخ۔

(فتاوی ستاریہ ج۱: ۱۳۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین حضرات کا طرزِ عمل کہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ایک عمل (آہستہ آواز سے آمین کہنا) نہ صرف یہ کہ ان کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے والے اور اونچی آواز سے آمین نہ کہنے والے ان کے نزدیک اس قدر برے ہیں کہ یہودیوں سے جا ملے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں غور کیجئے کہ آخر یہ تبرابازی کس پر کی جارہی ہے۔ کیا اس تبرابازی سے اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہوگی کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے کیا خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اور تابعین عظام، نیز ہزاروں لاکھوں بزرگان دین کی روحیں بے چین نہ ہوں گی کہ وہ خود بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنے کا مسئلہ بتلاتے تھے۔ نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب آمین بالجہر سے چڑتے تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ سچ ہے **اذا فاتك الحیاء فافعل ما شئت، بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔**

قارئین محترم یہ ہیں غیر مقلدین عمل بالحدیث کے دعویدار جو تبرابازی میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور ان کے خلاف غیر مقلدین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن وحدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث دشمنی؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحرمیہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترکِ رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہلِ علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحرمیہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(ترمذی ج۱: ۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحرمیہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۰۹)

☆ اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك من سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله قال الا اخبرکم بصلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فقام فرفع یدیه اوّل مرة ثم لم یُعِدُ،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحرمیہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

(نسائی ج۱: ۱۱۷)

☆ اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حد ثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن الاسود عن علقمة عن عبد الله انه قال الااصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحرمیہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

(نسائی ج۱: ۱۲۰)

حدثنا محمد بن الصباح البزارنا شریك عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ .... عن البراء ان رسول الله سلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لایعود۔ ۱

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۰۹)

حضرت محمدؒ بن عمرو بن عطاء سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کے بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو آپ دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے، اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی کمر (مبارک) جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی کمر کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھتے کہ نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

(بخاری ج۱:۱۱۴)

☆ **عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال مالی ارا کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة۔**

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے پا کر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں۔ جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(مسلم ج۱:۱۸۱)

☆ عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم و نحن يعنى رافعوا يدينا فى الصلوٰة فقال مابالهم رافعين ايديهم فى الصلوٰة كانها اذ ناب الخيل الشمس اسكنوا فى الصلوٰة۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے، آپ نے فرمایا انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بد کے ہوئے گھوڑوں کی دمیں اٹھی ہوئی ہوں۔ نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

(نسائی ج:۱ :۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا۔ مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

(دار قطنی ج:۱ :۲۹۵، بیہقی ج:۲ :۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه فى شيئ من صلوٰة الاحين افتتح الصلوٰة ۔

(الحدیث)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج:۱ :۲۳۷)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ **عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلٰوۃ ثم لا یعود۔**

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر (اس کے بعد) نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ **عن ابراھیم عن عبد اللہ انه کان یرفع یدیه فی اوّل مایستفتح ثم لا یرفعھما۔**

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۲۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے:

☆ **اخبرنا مالك اخبرنی نعیم المجمر وابو جعفر القاری ان ابا ھریرۃ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع قال ابو جعفر القاری وکان یرفع یدیه حین .... یکبر ویفتتح الصلٰوۃ۔**

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعیم المجمر اور ابو جعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔

(موطا امام محمد ۸۸ وکتاب الحجۃ ج۱:۹۵)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

کے اصحاب وتلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ عن شعبة عن ابی اسحٰق قال کان اصحاب عبد الله واصحاب علی لا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة قال وکیع ثم لا یعودون۔

حضرت ابواسحٰق ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب وشاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنّف ابن ابی شیبة ج ۱: ۲۳۶)

حضرت ابواسحٰق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ

تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:

☆ قال عبد الملك ورأيت الشعبی و ابراهيم وابا اسحٰق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلوٰة۔

حضرت عبدالملک بن ابجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابواسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنّف ابن ابی شیبة ج ۱: ۲۳۷)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک:

☆ (قال) وقال مالك لا اعرف رفع اليدين فی شیئ من تکبير الصلوٰة لا فی خفضٍ ولا فی رفع الافی افتتاح الصلوٰة۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی بھی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اُٹھتے ہوئے سوائے ابتداءِ نماز کے۔

(المدونۃ الکبریٰ ج:۱: ۶۸)

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع:

☆ **قال الامام الترمذی وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین وهو قول سیفان و اهل الکوفة۔**

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(ترمذی ج:۱: ۵۹)

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع:

☆ **قال النووی "اجمعت الامة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الاحرام واختلفوا فیما سواها .... واجمعوا علیٰ انه لا یجب شیئ من الرفع"۔**

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ میں اختلاف ہے .... اور اس پر بھی اجماع ہے رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

(نووی شرح مسلم ج:۱: ۱۶۸)

ابتداءِ اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بعض صحابہؓ کرام کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہارِ ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل:

کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے افعال واعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔

چوتھی دلیل:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت متبعِ سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے تو رفع یدین نقل کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

☆ اس بات پر اجماعِ امت ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین کرنا صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوالِ ائمہ مجتہدین اور اجماعِ امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے۔ (العیاذ باللہ)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنتِ مؤکدہ ہے''۔

(صلاۃ الرسول ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں''۔

(صلاۃ الرسول ۲۴۲)

مزید رقمطراز ہیں:

''ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے''۔

(صلاۃ الرسول ۲۴۳)

نور حسین صاحب گرجاکھی مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے والد لکھتے ہیں:

''امام سبکی نے رفع الیدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اور تابعین، تبع تابعین وائمہ مجتہدین ومحدثین کے نام لکھ کر از روئے دلائل ثابت کیا ہے کہ رفع یدین سنتِ مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے''۔

(قرۃ العینین ۶۹)

غیر مقلدین کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''احتیاط رفع یدین کرنے ہی میں ہے نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے''۔

(فتاوی اہلحدیث ج ا:۴۶۳)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث و آثار سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اس لیے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے، ائمہ مجتہدین، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے سنتِ مؤکدہ یا فرض یا واجب ہونے کا قائل نہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز میں کسی بھی قسم کا نقص یا کمی آئے گی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محروم ہوگا۔ لیکن غیر مقلدین بے خوف و خطر اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یدین رکوع کے وقت سنتِ مؤکدہ ہے، واجب ہے، فرض ہے اگر کوئی نہ کرے تو نماز ناقص ہوگی بلکہ باطل ہوگی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار اور سعادت سے محروم ہے۔

قارئین کرام ذرا انصاف کیجئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ان فتووں کی زد میں کون کون آرہا ہے، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرات براء بن عازب، حضرت عباد رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نہیں کرتے تھے، کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نماز باطل ہے، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، جلیل القدر تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جو رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے کیا ان سب کی نماز باطل ہے۔ کیا ان سب کی نماز ناقص ہے، کیا یہ سب گنہگار اور سعادت سے محروم ہیں، کیا حضرت داتا علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت مجدّد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور ان جیسے ہزاروں لاکھوں اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کی نماز ناقص ہے۔ کیا ان کی نماز باطل ہے، کیا یہ حضرات سعادت سے محروم اور سخت قسم کے گنہگار ہیں؟ کیونکہ یہ حضرات بھی رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

قارئین کرام اب خود فیصلہ کیجئے کہ غیر مقلدین کا مذکورہ بالا احادیث صحیح صریحہ کے خلاف اس قدر تند و تیز قسم کے فتوے دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

نماز میں جلسۂ استراحت نہیں کرنا چاہیئے

☆ **عن عباس اوعیاش بن سهل الساعدی انه کان فی مجلس فیه ابوه وکان من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وفی المجلس ابو هریرة وابو حمید الساعدی وابو اسید فذکر الحدیث وفیه ثم کبر فسجد ثم کبر فقام ولم یتورك۔**

عباس بن عیاش بن سہل ساعدیؒ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرۃ حضرت ابوحمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللّٰہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ نے صلی اللّٰہ ولیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو آپ سیدھے کھڑے ہوگئے بیٹھے نہیں۔ یعنی جلسہ استراحت نہیں کیا۔

(ابوداؤد ج:۱ ص:۱۰۷)

☆ **عن ابی هریرة قال کان النبی صلی الله علیه وسلم ینهض فی الصلوٰة علیٰ صدور قدمیهٖ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی هریرة علیه العمل عند اهل العلم یختارون ان ینهض الرجل علیٰ صدور قدمیه۔** الخ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں دوسری، تیسری رکعت کے لئے) پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

(ترمذی ج۱: ۶۵)

خلفاء راشدین جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے:

☆ **عن الشعبی ان عمر وعلیا واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا ینھضون فی الصلوٰۃ علیٰ صدور اقدامھم۔**

حضرت امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱: ۳۹۴)

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسہ استراحت کا رواج نہیں تھا۔

آج بھی حرمین شریفین کے امام جلسہ استراحت نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے۔ چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دو زانو بیٹھنے کے بجائے چوکڑی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ثابت ہے۔

(دیکھئے بخاری ج۱: ۱۱۴)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ جلسۂ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے۔

چنانچہ نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

''وجلسۂ استراحت سنت است''

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

(عرف الجادی ۳۰)

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے''۔

(رسول اکرم کی نماز ۸۳)

نواب وحیدالزمان لکھتے ہیں:

''ویستحب ان یجلس جلسة خفیفة بعد السجدة الثانیة''

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسۂ استراحت کرنا) مستحب ہے۔
(نزل الابرار ج۱:۸۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلّدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین، ائمہ مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف جامعِ حدیث و سنّت

نماز میں سجدے سے اُٹھتے وقت

دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اُٹھنا چاہیئے:

☆ عن نافع عن ابن عمر قال نھٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یعتمد الرجل علٰی یدیه اذا نهض فی الصلٰوۃ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کے لئے اُٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اُٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداوٗد ج۱:۱۴۲)

☆ عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذنهض رفع یدیه قبل رکبتیه،

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

(ابوداوٗد ج۱:۱۲۲)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیئے ان کے ہاں عذر وغیرہ کی کوئی قید نہیں چنانچہ۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں''۔

(دستور المتقی ۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت علیؓ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر مقلّدین اس کی پراہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

- قارئین یہ ہے غیر مقلّدین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورّک مسنون نہیں

☆ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لا نظرن الٰى الصلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما جلس يعنى للتشهد افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعنى علىٰ فخذه اليسرىٰ و نصب رجله اليمنىٰ ، قال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھا کر اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے۔

(ترمذی ج۱: ۶۵)

☆ عن عبد الله وهو بن عبد الله بن عمر عن ابيه قال من سنة الصلٰوة ان تنصب القدم اليمنى واستقباله باصا بعها القبلة والجلوس على اليسرى۔

حضرت عبداللہؒ اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

(نسائی ج۱: ۱۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرأت الحمدللہ رب العلمین کے ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔ دونوں کے درمیان رکھتے تھے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بایاں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

(مسلم ج۱: ۱۹۴)

☆ **عن عبد الله بن عبد الله انه اخبره انه كان يرى عبد الله بن عمر يتربع في الصلوٰة اذا جلس ففعلته وانا يومئذ حديث السن فنهاني عبد الله بن عمر وقال انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلك اليمنىٰ وتثني اليسرى فقلت انك تفعل ذالك فقال ان رجلاي لا تحملاني،**

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے تو چوکڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نوعمر تھا میں بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس طرح کرتے ہیں (چوکڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں میرا بار نہیں اٹھا پاتے۔

(بخاری ج۱: ۱۱۴)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث وتصریحات کے خلاف غیر مقلّدین پہلے اور دوسرے قعدہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدۂ اولیٰ میں تو دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تورک کیا جائے عذر ہو یا نہ ہو اور تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''جب آخیر کی رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولہے پر بیٹھیں (اس کو تورک کہتے ہیں)''۔

(دستور المتقی ۱۰۲)

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''آخری تشہد میں دایں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے''۔

(رسول اکرم کی نماز ۸۵)

صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں:

نوٹ: ''بائیں جانب کولہے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے''۔

(صلوٰۃ الرسول ۲۷۴)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلاتفریق دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صاف طور پر تورک وغیرہ سے منع بھی فرما رہے ہیں لیکن غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں۔ انہیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قول و عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اسے ضرور کرنا چاہیے،

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قارئین کرام کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

☆ عن عبد الله بن مسعود قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم قال ذالك يريد،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر ایسا بیٹھتے گویا جلتے توے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت جلد اُٹھ جاتے تھے۔ ابو عبیدؒ حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے کہا (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہونے کی وجہ سے، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

(نسائی ج۱:۱۳۲)

☆ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايزيد في الركعتين على التشهد،

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

(مسند ابی یعلیٰ ج۷:۳۳۷)

☆ عن الحسن انه كان يقول لا يزيد في الركعتين الاولين على التشهد۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۲۹۶)

☆ عن الشعبي قال من زادني الركعتين الاوليين على التشهد فعليه سجد تا سهو۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۲۹۶)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں، چنانچہ

نواب نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''وظاہر ادعیۂ وارده در تشہد شامل ہر دو تشہد ست مگر آنکہ در تشہد اوسط تخفیف خوب ست''۔

ظاہر یہ ہے کہ جو دعائیں تشہد میں وارد ہوئی ہیں وہ دونوں تشہدوں کو شامل ہیں (یعنی دونوں تشہدوں میں پڑھنی چاہئیں) البتہ درمیانے تشہد میں تخفیف بہتر ہے،

(عرف الجادی ۲۸)

نواب وحیدالزماں صاحب لکھتے ہیں:

''ثم یجلس للتشھد .... ویستحب عملا فیه الصلوٰۃ الکاملة علی النبی صلعم ثم لیتخیر من الدعاء اعجبه لیدع به ربه ولیخففه فی اتمام بان یختصر فی الادعیة بعد التشھد والصلوٰۃ علی النبی صلعم ثم ینھض مکبرا''۔

پھر تشہد کے لئے بیٹھے اور اس میں مستحب یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر پورا درود پڑھے پھر جو دُعا اسے سب سے اچھی لگتی ہو اسے اختیار کر کے اپنے رب سے وہ دُعا مانگے اور اس عمل کے اتمام میں اختصار سے کام لے بایں طور کہ تشہد کے بعد دعا اور درود میں اختصار کرے پھر تکبیر کہتا ہوا (تیسری رکعت کے لئے) اُٹھ کھڑا ہو،

(نزل الابرار ج۱:۸۱-۸۲)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح پہلے تشہد میں پڑھ لیا جائے یا نہ پڑھا جائے ایک ہی بات ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہو''۔

(صلاۃ النبی ۲۳۳)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث بتلا رہی ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نماز کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہوجاتے تھے، اسی کے مطابق صحابہؓ کرام عمل کرتے ہیں اسی پر تابعین فتویٰ دیتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام شعبیؒ تو فرماتے ہیں کہ کسی نے تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوجائے گا ان امور کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نہیں صاحب نمازی کی مرضی ہے پڑھے نہ پڑھے اس کے لئے دونوں برابر ہیں بلکہ پڑھنا مستحب ہے اور ثواب میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے۔ قارئین ذرا سنجیدگی سے سوچئے کہ جس پر اللہ کے نبی کا عمل نہیں، تابعین اس کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں کیا وہ عمل مستحب ہوسکتا ہے کیا نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عمل کے خلاف کسی عمل میں ثواب کی زیادتی تو کجا خود ثواب ہوسکتا ہے؟ مگر غیر مقلدین کو اس کی کیا پرواہ انہیں اپنے اجتہاد سے غرض ہے۔

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

☆ **عن ابی امامة قال قیل یا رسول الله ایّ الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰة المکتوبات۔**

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔

(ترمذی ج۲: ۱۸۷)

☆ **عن علی بن ابی طالب قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال اللهم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت،**

حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب نماز سے فارغ ہوکر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ،**

(ابوداؤد ج۱: ۲۱۲)

☆ **عن سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفراً،**

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار انتہائی حیا والا اور سخی ہے اور اپنے بندے سے شرماتا ہے۔ کہ جب وہ ان کی طرف (دُعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے تو وہ انہیں خالی لوٹا دے۔

(ترمذی ج۲:۱۹۶، ابوداؤد ج۱:۲۰۹، ابن ماجہ ۲۸۴)

☆ **عن عمر ابن الخطاب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه۔**

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں لوٹاتے نہ تھے جب تک کہ چہرے پر نہ پھیر لیتے تھے۔

(ترمذی ج۲:۱۷۶)

ذکر ابن الکثیر فی قصة علاء بن الحضرمیؓ

☆ **"ونودی بصلاة الصبح حین طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوٰة جثا علیٰ رکبتیه وجثا الناس ونصب فی الدعاء ورفع یدیه وفعل الناس مثلهٗ (الخ)**

حافظ بن کثیرؒ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

کہ جب صبح صادق ہوگئی تو فجر کی نماز کے لئے اذان دی گئی۔ آپ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اور لوگ دوزانو بیٹھ گئے، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے لگے، لوگوں نے بھی آپ ہی کی طرح کیا۔

(البدایة والنهایة ج۶:۳۲۸)

انہی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و اثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت وحرام قرار دے کر ختم کرواتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابولبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں:

''قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوۂ رسولؐ میں، خلفائے راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے''۔

(فتاوی برکاتیہ ۹۸)

ایک غیر مقلّد محمد ابوعبد السّلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے ''فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت وحرام ہے''۔

ملاحظہ فرمائیے:

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور صحابۂ کرامؓ سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور صحابۂ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگی ہے۔ انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کا تعامل وتوارث بھی موجود ہے جو بجائے

خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر مقلدین اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ قارئین کے سر ہے وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام، صحابہٴ کرام اور اسلام کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت وحرام قرار دینا کیا اس کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

عورت و مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

☆ **عن ابن عمر رضی الله عنه مرفوعاً اذا جلست المرأة فی الصلٰوة وضعت فخذها علٰی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیها کاستر مایکون لها وان الله تعالیٰ ینظر الیها ویقول یا ملائکتی اشهد کم انی قدغفرت لها،**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

(کنزل العمال ج۷: ۵۴۹)

☆ **عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رضی الله عنه وارضاه قال اذا سجدت المـــرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها۔**

جب حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۷۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

☆ عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأة فلتزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافى كما يجافى الرجل،

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

(بیہقی ج۲:۲۲۲)

☆ عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل بطنه علٰى فخذيه اذا سجد كما تضع المرأة،

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱:۲۷۰)

☆ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلٰوة الحائض الا بخمار۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج۱:۸۶، ابوداؤد ج۱:۹۴)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث اور اقوال فقہاء کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں، یہ فرق کرنا مداخلت فی الدین ہے، العیاذ باللہ۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''شریعتِ محمدی میں مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح مرد نماز پڑھتا ہے اسی طرح عورت کو بھی پڑھنی چاہیئے''۔

(دستور المتقی ۱۵۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''عورت اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں .... پھر اپنی طرف سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف، اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور .... یہ دین میں مداخلت ہے یاد رکھیں کہ تکبیر تحریمہ سے شروع کر کے السّلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنے تک عورتوں اور مردوں کے لئے ایک ہیئت اور شکل کی نماز ہے۔ سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسۂ استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں یکساں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکور واناث کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں بتایا''۔

(صلوٰۃ الرسول ۱۹۰-۱۹۱)

قارئین محترم ذرا چشمِ بصیرت سے دیکھئے کہ یہ مداخلت فی الدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا اللہ کے نبی دین میں مداخلت کرتے تھے؟ سچی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین خود دین میں مداخلت کرتے ہیں من پسند حدیث کو مانتے ہیں چاہے وہ من گھڑت ہی کیوں نہ ہو اور اپنے موقف کے خلاف احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق کرنے کو مداخلت فی الدین قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین سے ایک سوال:

اگر غیر مقلدین کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر مندرجہ ذیل چیزوں کی عورتوں کو اجازت ملنی چاہیے۔

۱۔ وہ اگر اپنی مسجد الگ بنانا چاہیں تو بنالیں۔

۲۔ اس میں وہ موذن، امام وخطیب بھی بننا چاہیں تو بنیں۔

۳۔ انہیں اذان دینے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۴۔ اقامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۵۔ عورتوں کی امامت کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۶۔ مردوں کی طرح عورت کو بھی آگے ہو کر امامت کرانی چاہیئے درمیان میں کھڑے ہونے کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

۷۔ مردوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے اور سب سے پیچھے صف باندھنے کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

۸۔ اونچی آواز سے قرأت اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۹۔ انہیں بھی ننگے سر نماز پڑھنے اور نیز کہنیاں اور ٹخنے کھول کر نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ ان کے لئے بھی جماعت میں شرکت ضروری ہونی چاہیئے۔

۱۱۔ ان پر بھی جمعہ وعیدین کی نماز واجب ہونی چاہیئے۔

لیکن غیر مقلدین حضرات عورتوں کو ان امور کی اجازت نہیں دیتے بلکہ مرد وعورت میں فرق کرتے ہیں ہمیں بتلایا جائے کہ ان امور میں فرق کرنا مداخلت فی الدین نہیں تو فقہاء نے جن امور میں فرق بیان کیا ہے ان میں فرق کرنا مداخلت فی الدین کیوں ہے؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

نابالغ کی امامت جائز نہیں

☆ عن ابن عباس قال نهانا امير المؤمنين عمر اَن نوم الناس فی المصحف و نهانا ان يؤمنا الا المحتلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم لوگوں کو امامت کروائیں قرآن میں دیکھ کر اور اس بات سے بھی کہ ہماری امامت کرائے نابالغ۔

(کنزل العمال ج۸: ۲۶۳)

☆ عن الشعبی قال لا يؤم الغلام حتى يحتلم،

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱: ۳۴۹)

☆ عن مجاهد قال لا يؤم غلامُ حتى يحتلم،

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱: ۳۴۹)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام آثار صحابہ وتابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے۔ اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"وصحیح ست امامتِ طفلِ نابالغ ونیست دلیل بر اعتبار بلوغ"۔

نابالغ بچے کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(عرف الجادی ۳۷)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

"جواب اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہوتے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو"۔

(دستور المتقی ۱۲۷)

ملاحظہ فرمائیے:

صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین، عظما اور ائمہ مجتہدین فرما رہے ہیں کہ نابالغ لڑکا بالغ ہونے تک امام نہ بنے، اس کی امامت صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے۔

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

امام بہترین شخص ہونا چاہیئے

☆ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوا ائمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما بينكم و بين ربكم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو بناؤ کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج۳: ۹۰)

☆ عن جابر بن عبد الله فه حديث طويل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا توء من امرأة رجلا ولا يؤم اعرابى مهاجراً ولا يؤم فاجر مؤمنا الا ان يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نہ امامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ فاجر (بدکار بدعتی) مومن کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے یا تلوار کا۔

(ابن ماجہ ۷۷)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

مذکورہ احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"فتجوز امامة الرافضی والخارجی والمعتزلی والمقلد"۔

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلّد کی امامت جائز ہے۔

(نزل الابرار ج ۱ ص ۹۷)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی"۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۲: ۱۸۹)

ملاحظہ فرمائیے:

غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنت

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز کو لوٹائیں

☆ **عن ابی هریرة قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی الصلٰوة وکبر ثم اشار الیهم فمکثوا ثم انطلق فاغتسل وکان رأسه یقطر ماءً فصلی بهم فلما انصرف قال انی خرجت الیکم جنبا وانی نسیت حتی قمت فی الصلٰوة،**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے آپ نے تکبیر کہی پھر آپ نے صحابۂ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ ٹھہر گئے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابۂ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھلایا گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

(ابن ماجہ ۸۷)

☆ **عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصلی بالقوم جنبا قال یعیدو یعیدون،**

حضرت عمروؒ بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز لوٹائے اور لوگ بھی نماز لوٹائیں۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفة بروایت الامام محمد ۳۱)

☆ عَن ابراهیم قال اذا فسدت صلٰوة الامام فسدت صلٰوة من خلفه۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(کتاب الآثار ۳۱)

☆ عن الثوری قال سمعت حماداً یقول اذا فسدق صلٰوة الامام فسدق الصلٰوة القوم،

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲:۳۵۰)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ اگر امام حالتِ جنابت یا بغیر وضوء کے نماز پڑھادے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوجائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھادی ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"واذا ظهر حدث امامه او مفسد آخر في رأى المقتدى اعاد الامام صلوة ولا يعيد المقتدى ولا يلزم على الامام اخبارا القوم اذا امهم وهو محدث او جنب او فاقد شرط"۔

اور جب ظاہر ہوجائے امام کا بے وضوء ہونا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں نماز پڑھادے تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھادی ہے۔

(نزل الابرار ج۱:۱۰۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جو مقلّدین غیر مقلّدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر غیر مقلّد امام نے بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پرھادی اور بتلانا ضروری نہ سمجھتے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی نہیں تو مقلّدین کی نماز کا کیا بنے گا؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

☆ عن رفاعة بن رافع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فقص هذا الحديث قال فيه فتوضأ كما امرك الله ثم تشهد فاقم ثم كبر فان كان معك قرآن فاقرأ به والا فا حمد الله عزوجل و كبره وهلله الحديث،

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضوء کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر (تحریمہ) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عز وجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر (یعنی الحمد لله، الله اکبر اور لا اله الا الله کہہ)

(ابوداؤد ج۱: ۱۲۵، ترمذی ج۱: ٦٦)

☆ عن عبد الله بن ابی اوفیٰ قال جاء رجل الى النبی صلى الله عليه وسلم فقال انی لا استطیع ان آخذ من القرآن شیئا فعلمنی مایجز ئنی منه فقال قل سُبحان

اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبانی یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہٰذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لئے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا تم کہہ لو **سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

(ابوداؤد ج۱:۱۲۱، نسائی ج۱:۱۰۷، مسند احمد ج۴:۳۵۳)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے رکھے اور ورقے بھی بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے، چنانچہ

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

”ولا بأس ان یقرأ من المصحف ولو حمله بالید او الیدین اوقلب اوراقه سواء کان فی الفرائض او النوافل وکذالك لا بأس ان یفتح علی امامه من المصحف“

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ قرآنِ پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے، فرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(نزل الابرار، ج۱: ۱۱۰)

مزید لکھتے ہیں:

”وکذا لایکره ان یقرأ الامام فیها من المصحف یقلب الاوراق باصبعه“

اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۱۳۱)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ضرورت کے باوجود جس کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس سے منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلّدین کے یہاں بلا کراہت صحیح ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو جاتی رہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے

☆ عن عبد الله بن مسعود قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلوة قبل ان نأتى ارض الحبشة فيرد علينا فلما رجعنا سلمت عليه وهو يصلى فلم يرد علّى فاخذنى ماقرب وما بعد فجلست حتى قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقلت له يا رسول الله قد سلمت عليك وانت تصلى فلم ترد على السلام فقال ان الله قد يُحدث من امره مايشاء وانه مما احدث ان لا تكلموافى الصلوٰة ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمینِ حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب و بعید کی فکروں نے آگھیرا، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ

رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتا ہے نئے احکام نازل فرما دیتا ہے اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

(مسند حمیدی ج ۱: ۵۲، ابوداؤد ج ۱: ۱۳۳، نسائی ج ۱: ۱۳۷)

☆ **عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوٰة یکلم الرجل صاحبه وهو الی جنبه فی الصلوٰة حتی نزلت و قوموا الله قنتین فامرنا بالسکوت و نهینا عن الکلام،**

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے پہلو میں ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ'' تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ واللفظ لمسلم)

☆ **قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اهل العلم قالو اذا تکلم الرجل عامداً فی الصلوٰة اونا سیاً اعاد الصلوٰة وهو قول الثوری و ابن المبارک** (الخ)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں عمداً یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

(ترمذی ج ۱: ۹۲)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے۔

چنانچہ نواب نورالحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

''وکلام ساہی مفسد صلوٰۃ نیست''

''بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی''۔

(عرف الجادی ۲۳)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''امام اور مقتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کرلیں تو بھی نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا''۔

(دستور المتقی ۱۱۳)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کرلیا جائے۔ جس طرح ذوالیدین کی حدیث سے ظاہر ہے''۔

(رسول اکرم کی نماز ۱۰۳)

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فر رہے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ صحابۂ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت کریمہ "**وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ**" نازل ہونے کے بعد بات چیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

١٦۔ **عن طائوس الو تر واجب يعاد اليه اذا نسى،**

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھولے سے رہ جائیں تو قضاء پڑھے جائیں گے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳: ۸)

احناف حامئ حدیث و سنت

وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں

حضرت ابو سلمہؒ بن عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے مروی ہے انہوں نے سعیدؒ بن ابی سعید مقبریؒ کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین وطویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین وطویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(بخاری ج۱:۱۵۴، مسلم ج۱:۲۵۴، نسائی ج۱:۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔

(نسائی ج۱:۱۹۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں (قصار) مفصّل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے سب سے آخری سورة **قل هو الله احد** ہوتی تھی۔

(ترمذی ج۱:۱۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں **سبح اسم ربك الاعلى قل يا ايها الكفرون** اور **قل هو الله احد** پڑھا کرتے تھے ہر سورة ایک رکعت میں۔

(ترمذی ج۱:۱۰۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں **سبح اسم ربك الاعلٰی** دوسری رکعت میں **قل یا ایھا الکفرون** تیسری رکعت میں **قل ھو الله احد** پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ **سبحان الملك القدوس** کہتے تھے۔

(نسائی ج۱: ۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی، حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

(بخاری ج۱: ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو **التحیات لله** (آخر تک) پڑھو۔

(نسائی ج۱: ۱۳۰)

- **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے:**

☆ **عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلث رکعات لم یفصل بینهن بسلام،**

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعہ فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا)

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲: ۲۹۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، وتر تین رکعات پڑھتے تھے:

☆ **عن زادان ان علیا کان یوتر بثلٰث من آخر اللیل قاعداً۔**

حضرت زاذانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج۲: ۲۹۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے:

☆ **عن عقبة بن مسلم قال سألت ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النهار قلت نعم صلٰوة المغرب قال صدقت و احسنت،**

حضرت عقبہ بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نمازِ مغرب، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔

(طحاوی ج۱: ۱۹۲)

حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے:

☆ **عن الحسن قال كان ابی بن كعب يوتر بثلاث لا يسلم الا فی الثالثة مثل المغرب،**

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

(مصنّف عبدالرزاق ج۳: ۲۶)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آپ جتنے چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں، تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخری رکعت میں بیٹھیں اور صرف ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد کرنے میں نمازِ مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے''۔

(دستور المتقی ۱۴۴)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''وحدیث ایتار بسہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت ست بلکہ ازاں نہی آمدہ پس احتیاط در ترک ایتار بسہ رکعت باشد''۔

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

(عرف الجادی ۳۳)

ملاحظہ فرمائیے:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا تذکرہ ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ہزاروں لاکھوں بزرگانِ دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

وتر میں دُعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دُعاء قنوت کے لئے

تکبیر کہنا اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے

اور دُعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیئے

☆ **عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی انه سئل عن القنوت فقال حد ثنا البراء بن عازب قال سنّة ماضية،**

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ؒ سے قنوتِ وتر کے متعلق سوال ہوتو فرمایا کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری وساری سنت ہے۔

(اخرجہ السراج بحوالہ آثار السنن ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے دُعاء قنوت پڑھتے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ ج۲: ۳۰۷)

حضرت طارق بن شہاب ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، جب آپ دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی پھر دعاء قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

(طحاوی ج۱: ۱۷۱)

☆ **قال عبد العزيز وسأل رجل انسا عن القنوتِ أبعدَ الركوع اوعند فراغ من القراءة قال لا بل عند فراغ من القراءة۔**

حضرت عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہوکر۔

(بخاری ج۲:۵۸۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الا علٰی** دوسری میں **قل یا ایھا الکفرون**، تیسری میں **قل ھو اللہ احد** پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(نسائی ج۱:۱۹۱)

☆ **عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع،**

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعائے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

(ابن ماجہ ۸۴)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین نہ تو دعائے قنوت کے جواز کے قائل ہیں، نہ دعائے قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں، البتہ عام دعاؤں کی طرح دعائے قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ دعائے قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ مقلّدین کے مجتہد العصر عبد اللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پُوری تشفّی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھانا دعا میں بیشک ثابت ہے اور دعائے قنوت بھی ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللّیل) البتہ جس طریقے سے حنفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعائے قنوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے پیچھے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیئے''۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج:۱ ۶۳۲)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے۔

''صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دُعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے، بخاری

شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل الرکوع بھی آیا ہے ہاتھ اُٹھا کر باندھ لینے کا کوئی ثبوت نہیں''۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج۳:۲۰۶)

عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

''یجوز القنوت فی الوتر قبل الرکوع وبعده والمختار عندی کونه بعد الرکوع''۔

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے، میرے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے۔

(تحفۃ الاحوذی ج۱:۳۴۳)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

ملاحظہ فرمایئے:

لیکن غیر مقلدین کے ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے بالکل خلاف رکوع سے اُٹھ کر دعائے قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمایئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن غیر مقلّدین کو اس سے کیا غرض انہیں صرف اپنی سوچ کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے۔ صحیح ہو یا غلط، قارئین کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلّدین کا یہ طرزِ عمل اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنت

فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

☆ عن عائشة قالت لم يكن النبى صلى الله عليه وسلم على شيئ من النوافل اشد تعاهداً منه علىٰ ركعتى الفجر،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

(بخاری ج:۱ ۱۵۶، مسلم ج:۱ ۲۵۱)

☆ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعو هما وان طرد تكم الخيل،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑ و اگر چہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

(ابوداؤد ج:۱ ۱۷۸)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں۔

(معجم طبرانی کبیر ج۹: ۲۷۷)

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگر چہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲: ۲۵۱)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے رسولِ خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنّم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انورؐ نے لاصلوٰۃ فرما کر ہر نماز کی نفی فرما دی ہے''۔

(صلوٰۃ الرسول ۴۲)

جماعت غرباء اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکر کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس کر چاہیئے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے،

جواب: زید کا قول صحیح ہے بکر کا غلط ہے بلکہ اَغلط ہے، حدیث شریف میں ہے، **اقیمت الصلٰوۃ فلا صلٰوۃ الا المکتوبۃ** یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی بموجب حدیث ہذا ہر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے خدا اور رسول کا نافرمان ہے۔ جیسا کہ آج کل احناف کی جملہ مساجد میں خصوصاً فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے۔ یہ سراسر نبی علیہ السّلام کی نافرمانی ہے۔ اور نافرمانی کی سزا جہنّم ہے۔ **ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین**''۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۴۰)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز ہے رسولِ خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات نہ تھے؟ کیا ان ہستیوں کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابۂ وتابعین رسولِ خداؐ کے نافرمان تھے؟ کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نقل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں؟

قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان فتوؤں کی زد میں آرہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ وتابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے۔

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سُورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

☆ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهٰی عن الصلٰوة بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلٰوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سُورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری ج۱:۸۲، مسلم، ج۱:۲۷۵، واللفظ لمسلم)

☆ عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم منهم عمر بن الخطاب وکان احبهم اِلَیَّ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهٰی عن الصلٰوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب الشمس،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابۂ کرام سے کہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سُورج غروبن ہونے تک نماز پڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری ج۱:۸۲، مسلم ج۱:۲۷۵، واللفظ لمسلم)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کر لی جائیں۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں''۔

(دستور المتقی ۱۰۴)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مت پڑھنی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں''۔

(صلوٰۃ الرسول ۳۵۱)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا معمول بھی یہی ہے۔ صحابۂ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر مقلدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابۂ کرام و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے

☆ **عن طائوس قال سئل بن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال مارأیت احد اعلیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھا ورخص فی الرکعتین بعد العصر**

حضرت طاؤس ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ کسی نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

(ابوداوٗد ج:۱ ۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔

(بخاری ج:۱ ۱۵۷)

انہی احادیث و آثار کے پیشِ نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت نہیں ہیں۔ بلکہ اگر کوئی انہیں سنت سمجھ کر پڑھے گا تو ایسی صورت میں یہ مکروہ ہوں گے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

دوسرے اگر کوئی ان نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تاخیر کرے گا تو تاخیرِ مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث وسنّت

لیکن:

ان تمام احادیث وآثار کے خلاف غیر مقلّدین کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھنا سنت ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ان نفلوں کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے،

چنانچہ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''قبل نماز مغرب دو رکعت سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کو اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنا چاہیے .... مغرب کی اذان ختم ہونے کے ساتھ ہی دو دفعہ درود پڑھنا چاہیے۔ **اللھم رب ھذا الدعوت التامه** آخر تک پڑھنا چاہیے پھر سنت شروع کرنی چاہیے اور مغرب کی سنتیں فجر کی سنت کی طرح ہلکی پڑھنی چاہیے''۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج۴: ۲۳۲)

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے شیخ الحدیث مولوی احمد اللہ صاحب رقمطراز ہیں:

''مغرب کے پہلے سنتیں پڑھنے والے کو کوئی روکے یا اس کو سنت نہ سمجھے وہ ظالم اور بدعتی ہے''۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج۴: ۲۳۵)

ملاحظہ فرمائیے:

قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر مقلّدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں روکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لگاتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون کون آسکتا ہے؟ شانِ اجتہاد میں جو منہ میں آیا اُگل دیا۔

قارئین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیت دیتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی تا کید حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

(مسلم ج:ا:۲۵۹)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے۔ سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

(نسائی ج:ا:۲۳۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہوگئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر

چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے ہی تشریف لائے جب نماز ادا کرلی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

(بخاری ج۱:۲۶۹، مسلم ج۱:۲۵۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی۔ یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تئیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔ (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی

(یعنی ستائیسویں رات میں) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

(ابوداوٗد ج۱: ۱۹۵)

☆ **عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر،**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲: ۲۹۴، بیہقی ج۲: ۴۹۶، معجم طبرانی کبیر ج۱۱: ۳۹۳، مسند عبد بن حمید ۲۱۸)

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی (اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

(بخاری ج۱: ۲۶۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرأت نہیں کر سکتے اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

(کنزل العمال ج۸: ۴۰۹)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

(ابوداؤد ج۱: ۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ج۱: ۴۰۰، جامع المسانید والسنن للحافظ ابن الکثیر ج۱: ۵۵)

☆ **عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعته،**

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲: ۳۹۳)

☆ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلث،

حضرت عبد العزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲: ۳۹۳)

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہؒ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابۂ کرام) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں **مئین** سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج۲: ۴۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں:

حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابوعبد الرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج۲: ۴۹۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے:

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعمش رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

(مختصر قیام اللّیل للمروزی ۱۵۷)

تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع:

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ نے یزید بن رومانؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تیئیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

(المغنی لابن قدامۃ ج ۲: ۱۶۷)

حضرت سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے:

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہلِ علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

(ترمذی ج ۱: ۱۶۶)

حضرت امام ابوحنیفہ م ۱۵۰ھ کا مسلک:

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اور جندیؒ (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤکدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لئے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھائی جائیں، پانچ ترویحے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج۱:۱۱۲)

حضرت امام مالک م۱۶۹ھ کا مسلک:

حضرت قاضی ابن رشد مالکیؒ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے پس حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے، اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(بدایۃ المجتہد ج۱:۱۵۲)

حضرت امام شافعی م۲۰۴ھ کا مسلک:

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہلِ مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہلِ مدینہ کا عمل ہے اور اکثر اہلِ علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

(ترمذی ج۱:۱۶۶)

حضرت امام احمد بن حنبل م۲۴۱ھ کا مسلک:

امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ (امام) احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں

اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہلِ مدینہ کے فعل سے تعلق کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

(المغنی لابن قدامۃ ج۲:۱۶۷)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ متوفی ۵۶۱ کا فرمان:

☆ ''وصلوٰۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ''

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے......... اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم ۳۹۳، ۳۹۶)

امام ابوحامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان:

☆ ''التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ''۔

تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہیں۔

(احیاء علوم الدین ج۱:۲۰۱)

غیر مقلدین کے امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان:

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ، تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ لہٰذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲۳:۱۱۲)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار، اجماعِ امت اور اقوال ائمہ مجتہدین اور امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس یا بیس سے زیادہ رکعات متعین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہے ہی بدعت۔ چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ رسول اللہ کی سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے"۔

(صلوٰۃ الرسول ۳۸۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

'البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے"۔

(دستور المتقی ۱۴۲)

غیر مقلدین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں:

"ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نفل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا"

(الجانبان ۱۶)

عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر برستے ہوئے رقمطراز ہیں:

''بڑا تعجّب تو مجھے یہ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل قرار دے کر باعثِ اجر بھی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکی .... رہا ۲۰ کو سنتِ عمری' بدعت عمری کہنا اصلاً غلط نا قابل مسموع ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعلِ عمل سے وارد اور نہ ہی امرِ فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمرؓ کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے''۔

(فتاویٰ ستاریہ ج۳:۱۹-۲۰)

ملاحظہ فرمائیے:

یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث کہ ان کے نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کجا انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت فرمائی۔ عہدِ فاروقی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ پیچھے گزرا، تمام صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کروڑوں متبعین اور مقلدین جن میں جبالِ علم اور تقویٰ وطہارت اور اتباعِ سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر علماء و اولیاء شامل ہیں سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امتِ مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ رہی ہے۔

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریف:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ چونکہ حنبلی مسلک کے بزرگ ہیں، اس

لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں یہی لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں مسئلہ موجود ہے، اس وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر کی اور دوسری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

"وهى عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهى خمس ترويحات كل اربعة منها ترويحة وينوى فى كل ركعتين اصلى ركعتى التراويح المسنونة اذا كان فردا او اذا كان اماما اوما موما ويستحب ان يقرأ"۔ (الخ)

(غنیۃ الطالبین ۳۹۶، طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، غنیۃ الطالبین ج ۲: ۱۶، طبع مکتبہ مصطفےٰ البابی الحلبی مصر)

ترجمہ:

اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے، پس یہ پانچ ترویحے ہیں ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت (مسنون) تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ الخ

(غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

کراچی کے غیر مقلّدین نے غنیۃ الطالبین کا ترجمہ کر کے جب چھاپی تو اس میں دو طرح کا تصرف کیا ایک تو یہ کہ انہوں نے اس میں تحریف کی اور عشرون (بیس) کو احدی عشرۃ (گیارہ) بنادیا کیونکہ یہ لوگ بیس تراویح کے قائل نہیں ہیں وتر سمیت گیارہ کے قائل ہیں۔

دوسرے انہوں نے اس کتاب میں خیانت کی کہ **فَهِىَ خَمسُ** ترویحات

لے کر اَوْ ماموما تک ساری عبارت نکال دی، دو وجہ سے پہلی وجہ تو یہ کہ اس میں بیس رکعات کی صراحت تھی جو غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ کہ اس میں زبان سے تراویح کی نیت کا تذکرہ ہے اور غیر مقلدین زبان سے نیت کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین ملاحظہ فرمائیے:

"وھی احدی عشرۃ مع الوتر رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم یستحب ان یقرأ۔ (الخ)

اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ" (الخ)

(غنیۃ الطالبین ۵۹۱، مطبوعہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل بنس روڈ کراچی تاریخ طبع ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث اور غیر مقلدین کا اس پر عمل:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھ کہ وہ کیسی حسین اور کتنی دراز ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعات ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دِل نہیں سوتا۔

(بخاری ج۱: ۱۵۴، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللّیل فی رمضان

وغیرہ ۲۶۹، باب فضل من قام رمضان ۵۰۴)

غیر مقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شدومد اور زور وشور سے پیش کرتے ہین اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث وآثار کو اس کے مخالف بتا کر رد کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے۔ اول یہ کہ اس حدیثِ مبارک کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر مقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لیں ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ:

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ملک، امام عبدالرزاق، امام ابوعوانہ، امام بن خزیمہ، امام دارمی، امام ابونصر مروزی، رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی آحادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے۔ باوجود یہ کہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (تروایح) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس کتاب کی کھلی

دلیل ہے ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجّد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاری، امام محمدؒ وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں (اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تہجد جیسا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی۔

تیسری وجہ:

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"سمیت الصلٰوۃ فی الجماعته فی لیالی رمضان التراویح"

رمضان کی راتوں میں نماز با جماعت کا نام تراویح ہے۔

(فتح الباری ج ۴: ۲۵۰)

۱۔ اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ، وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہوسکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

ایک اہم نکتہ:

۲۔ پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

۳۔ اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق

تراویح سے نہیں تہجّد سے ہے۔

چوتھی وجہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو سلمہؒ کا سوال حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابو سلمہؒ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ بتائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو ہی مت، اگر حضرت ابو سلمہؒ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو اول تو وہ لفظ **کَمْ** سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ **کَمْ** سے ہے نہ کہ **کَیْفَ** سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں انکے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں آگے یہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہی کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابو سلمہؒ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں۔

پانچویں وجہ:

بہت سے آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ پیچھے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح بیس رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو۔ لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والوں کو روکنا یا اُن پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری چیز:

غیر مقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کجا سراسر اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

۳۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال و جواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا۔ لیکن غیر مقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

۴۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اُٹھ کر وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔

۵۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے۔

لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدی اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے:

موجودہ دور کے غیر مقلّدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجّد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجّد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں۔ انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے۔ جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب رقمطراز ہیں:

بعض لوگ تراویح اور تہجّد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی''۔

(رسول اکرمؐ کی نماز ۹۸)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجّد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا کہ آپ کا قیام لیل (تہجّد) رمضان میں قیامِ رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجّد اور وتر غیر رمضان نیند سے اُٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجّد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے''۔

اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

(مسلم ج۱:۳۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابۂ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی، صحابۂ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرۂ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

☆ **"کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل في حجرته"**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرۂ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

(بخاری ج۱:۱۰۱)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جائز نہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

(ابوداؤد ج۱:۲۰۳)

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے:

رمضان کی چاندرات حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد واصحاب اکٹھے ہوجاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کیوقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

(ھدی الساری مقدمتہ فتح الباری ج۲:۲۵۳)

نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

''امام حاکم ابوعبداللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا''۔ (الخ)

(تیسر الباری ج۱:۴۹)

تقریباً یہی بات عبدالسّلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص۸۷ پر لکھی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

''(میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالتِ قیام ہر سال

سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روزانہ سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسّلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)''

(الحیاۃ بعد المماۃ ۱۳۸)

غیر مقلدین بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تراویح کے بعد تہجّد نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا ان احادیث کا کیا جواب ہوگا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے، بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجّد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتلائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام بخاریؒ ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجّد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق:

۱) تہجّد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک زائد چیز ہے''۔

تراویح کی کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا

☆ ''شھرٌ کتب الله علیکم صیامه وسننت لکم قیامه''

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لئے مسنون کیا ہے۔

(ابن ماجہ ۹۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجّد ہمیشہ اخیر رات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

☆ **"متی کان یقوم قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ"**

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے آپ نے فرمایا جب کہ مُرغ کی اذان سنتے تھے،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

اس کے برعکس نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء اُمت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی ہے۔

۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا لیکن تہجّد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

۴) تراویح وہ نماز ہے جو عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجّد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سننا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن تہجّد میں قرأتِ قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

۶) تہجّد کی وتر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعات مسنون ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیر سے زیادہ۔

(ابوداؤد ج ۱: ۱۹۳، طحاوی ج ۱: ۱۹۶)

اس روایت میں تہجد اور وتر دونوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں حتمی طور پر متعین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات مسنون ہیں۔

۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے۔ لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

☆ **''والتی تنا مون عنها افضل من التی تقومون''**

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح) اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے

(بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امر تسری صاحب کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں:

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

سوال: ''جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ''پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اوّل شب میں تہجد نہیں ہوتی''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱: ۴۳۱)

احناف حامئ حدیث و سنّت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا عذر یا کسی عذر کی وجہ سے انکار ادا کرنا ضروری ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

(مسلم ج۱: ۲۴۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقامِ بطحان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لئے وضوء کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

(بخاری ج۱: ۸۳، مسلم ج۱: ۲۲۷)

حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوۂ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر

اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

(ترمذی ج۱:۴۳)

کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرض ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہٰذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی اداء پڑھے یا قضاء، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

☆ "فاقضو الله فهو احق بالوفاء"

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

(نسائی ج۲:۲)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

☆ "فدين الله احق ان يقضى"

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُسے ادا کیا جائے۔

(بخاری ج۱:۲۶۲)

فوت شدہ نماز کی قضاء کے ضروری ہونے پر اجماعِ امت بھی ہے چنانچہ

علامہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعیؒ لکھتے ہیں:

☆ "واتفقوا على وجوب قضاء الفوائت"

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

(رحمتہ الامۃ ۴۶)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے،

چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسے آدمی کے لئے توبہ واستغفار کافی ہے''۔

(دستور المتقی ۱۴۹)

''بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہوسکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے''۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج۱: ۴۱۵)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب

ترک صلوٰۃ کی متعدد صورتیں بنا کر لکھتے ہیں:

''پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر سہل انگیزی سے نماز ترک ہوئی عمداً ترک میں شامل ہے اس کے لئے کوئی قضا نہیں، یہ چیز **من ترك الصلوة متعمداً** میں شامل ہے۔ اس کا توبہ نصوح کے علاوہ کوئی علاج نہیں''۔

(رسول اکرم کی نماز ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اس پر

اجماعِ امت بھی ہے۔لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمداً فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے۔صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ (قعدۂ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ صحیح کے لئے سوچ وچار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔

(بخاری ج۱: ۵۸)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

(مسند احمد ج۱: ۲۰۵، نسائی ج۱: ۱۴۰، ابوداوٗد ج۱: ۱۴۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لئے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

(ابوداوٗد ج۱: ۱۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدۂ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

(نسائی ج۱: ۱۴۹)

حضرت عمرو بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدۂ سہو کئے پھر التحیات پڑھی

پھر سلام پھیرا۔

(ابوداؤد ج۱: ۱۴۹، ترمذی ج۱: ۹۰)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیئے اور سجدۂ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دُعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں پھر اُٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرہ سجدہ کریں اور پھر اُٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے اس لئے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں''۔

(صلوٰۃ الرسول ۳۱۳)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب لکھتے ہیں:

''سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں''۔
(صلوٰۃ النبی ۳۵)

مزید لکھتے ہیں:

''لیکن جو احناف میں رائج ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں''۔

(صلوٰۃ النبی ۳۵۲)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین اس قدر احادیث کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیئے اور سجدۂ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیئے کہ سنت سے ثابت

نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویداروں کا علم وعمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس کے پیچھے ہے اس پر سجدۂ سہو ہے وار اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

(دار قطنی ج ا: ۳۷۷)

حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے بھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے اور اگر امام بھول جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدۂ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بھول جائیں تو کسی پر بھی سجدۂ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بھول جائے تو سب پر ہوگا۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایت الامام ابی یوسف ۳۷)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

احادیث کے خلاف غیر مقلّدین کے نواب صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

"واگر خود مؤتمر اور پس امام سہو نفس خود گردد بروی سجود سہا بنا بر دخول دراں سہو واجب باشد بوجہ تناولِ ادلہ سجود از برائے مؤتم و دلیلی بر سقوطِ سجود سہو خودش بجمبر و ہمراہ امام نیامدہ"۔

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے، تو اس پر سجدۂ سہو اس سہو میں داخل ہونے کی بناء پر واجب ہوگا۔ کیونکہ سجدۂ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی ہمراہی میں خود اپنے سہو سے سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

(بدور الاھلۃ ٦٨)

ملاحظہ فرمائیے:

حدیث و آثار اور اجماعِ امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی پر کو د اپنے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر مقلّدین کے نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدۂ سہو لازم ہے اور اس سے سجدۂ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

سجدۂ تلاوت کے لئے وضو شرط ہے، بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں

☆ **عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم لا تقبل صلٰوة بغیر طهور،**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج:۱ :۱۳)

☆ **عن نافع عن عمر انه قال لا یسجد الرجل (سجدة التلاوة) الا وهو طاهر،**

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدۂ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

(بیہقی ج:۲ :۳۲۵)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنت

لیکن:

ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ سجدۂ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز اور درست ہے''۔

(دستور المتقی ۱۲۳)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

''وتجوز علٰی غیر وضوء وتستحب الطهارة لها''

اور سجدۂ تلاوت بغیر وضوء کے بھی جائز ہے البتہ اس کے لئے طہارت مستحب ہے۔

(نزل الابرار ج۱:۱۴۶)

احناف حامئ حدیث و سنّت

کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے

☆ **عن ابن عمر انِ النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلٰثة ایام الامع ذی محرم،**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہ سفر کرے عورت تین دن کا محرم کے بغیر۔

(بخاری ج۱:۱۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

(مسلم ج۱:۴۳۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی ایسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو۔

(مسلم ج۱:۴۳۴)

☆ **عن عمر قال تقصر الصلٰوة فی مسیرة ثلٰث لیالٍ،**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

(کنزل العمال ج۸:۲۳۴)

☆ **وكان ابن عمر وابن عباس يقصران و يفطران فی اربعة برد وهو ستة عشر فرسخا،**

(حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ) حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نماز میں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۴ برد پر جو ۱۶ فرسخ کے ہوتے ہیں۔

(بخاری ج ۱: ۱۴۷)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسافتِ قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱: ۶۳۰)

غیر مقلدین کے مفتی عبد الستار صاحب لکھتے ہیں:

''نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے''۔

(فتاویٰ ستاریہ ج۳: ۵۷)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے''۔

(رسول اکرم کی نماز ۱۰۶)

ملاحظہ فرمائیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال واقوال سے مسافتِ قصر کی تحدید ۴ بُرد = ۱۶ فرسخ = ۴۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرما رہے ہیں، صحابۂ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن غیر مقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابہؓ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافتِ قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔

قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ و تابعین وغیرہ کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر مقلدین کی؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامئ حدیث و سنّت

مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرلے اسوقت تک قصر کریگا

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرمالیتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۲: ۴۵۵)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرلو تو پھر نماز پوری پڑھو۔

(جامع المسانید ج۱: ۴۰۴)

غیر مقلدین باغئ حدیث و سنّت

لیکن:

ان آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

''محدثین کے نزدیک بحکم بحدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج:۱:۶۰۱)

ملاحظہ فرمائیے:

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے۔ قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

(بخاری ج۱:۱۲۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ایاسؒ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔

(مسلم ج۱:۲۸۳)

حضرت ابو القیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲:۱۰۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲:۱۰۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲:۱۰۹)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلّدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر مقلّدین کے فقیہ نواب وحید الزمان کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نیزہ بھر بلند ہو جانے سے ہی شروع ہو جاتا ہے،

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

’وقد ورد ما یدل علٰی انہا تجزئ قبل الزوال“۔

الخ

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے،

(الروضۃ الندیۃ ج ۱: ۱۳۷)

(کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے)۔

نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

(النہج المقبول فی شرائع الرسول ۲۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں:

جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

(نزل الابرار ج ۱: ۱۵۲)

ملاحظہ فرمائیے:

صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزماں صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی۔

(بخاری ج:۱ ۱۲۵، ابوداؤد ج:۱ ۱۵۵، نسائی ج:۱ ۱۵۶)

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم سے ایک اذان اور دی جانے لگی، یہ اذان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں دی جاتی تھی، صحابۂ کرام میں سے کسی۔ بھی اس پر اعتراض نہیں کیا، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ رائج ہو گئی اور ہر زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے سکتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، یہ اذان چونکہ خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لئے یہ ان کی سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری ہے۔ پہلے یہ اذان زوراء پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی، آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جارہی ہے، حج پر جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر دی جاتی ہے۔

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنت

لیکن:

حدیث مبارک، اجماعِ امت، تعامل وتوارثِ امت کے خلاف، جو غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے انہوں نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا، ان غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہ سنت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے مسجد میں دیئے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد صاحب جونا گڑھی لکھتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں“۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۵)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ زبیدیہ لکھتے ہیں:

”جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیئے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیئے۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۵)

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں:

”اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے“۔ (الخ)

(فتاویٰ ستاریہ ج ۳: ۸۷)

غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ "الاعتصام" کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

"جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں ....لہٰذا اذان عثمانی جس کو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے"۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج۲:۱۷۹)

جماعت غرباء اہلحدیث کے امام اول عبدالوہاب صاحب صدری کے سوانح نگار ابو محمد میانوالی لکھتے ہیں:

"مساجد احناف و اہلحدیث میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ جیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف عبدالوہاب صاحب ناقل) نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثقہ دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد اہلحدیث میں اس طریقۂ نبوی پر عمل ہو رہا ہے"۔

(مجموعہ رسائل مکمل نماز وہدایۃ النبی ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے:

جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابۂ کرام نے اجماع کیا، جو چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا نکیر دی جارہی ہے جس سے کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے دور میں بدعت ہوگئی اگر خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا توارث وتعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر مقلدین بتلائیں کہ سنت کونسا عمل ہوگا؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حرمین شریفین کے ائمہ وخدام اس اذان کو مسجد میں کہلوا کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں؟

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔

احناف حامئ حدیث و سنّت

خطبۂ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لئے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کیلئے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اُس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(بخاری ج۱: ۱۲۴)

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے لئے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے جمعہ کے لئے یہ کفارہ جائے گا۔

(مسند احمد ج۵: ۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو بیکار کام لیا۔

(بخاری ج۱: ۱۲۷)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ دورانِ خطبہ آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں:

''اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہلکی سی دو رکعتیں بیٹھنے سے بیشتر پڑھ لینی ضروری ہیں''۔

(دستور المتقی ۱۶۳)

یہ مسئلہ تمام غیر مقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتووں کی کتابوں میں درج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو ''خاموش رہ'' کہنے سے بھی منع فرما رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام کرنے سے روک رہے ہیں۔

لیکن اس سب سے قطع نظر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔

قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے

ابو عبید رحمتہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لئے دو عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ اہل عوالی میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اُسے اجازت ہے۔

(بخاری ج ۲: ۸۳۵، مؤطا امام مالک ۱۶۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین اور جمعہ کی نماز میں **سبح اسم ربك الاعلیٰ** اور **هل اتٰك حديث الغاشية** پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

(ترمذی ج ۱: ۱۱۹، نسائی ج ۱: ۱۷۸)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ:

''اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کہنا کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

- ''جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاویں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے''۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱:۵۷۳)

نواب نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لئے عام ہے۔

(عرف الجادی ۴۳)

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں:

اور جمعہ کی عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں سب کے لئے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں، چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں، اور جمعہ نہ پڑھیں، البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

(نزل الابرار ج:۱ ۱۵۵)

ملاحظہ فرمائیے:

جمعہ کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے جس میں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عذر جمعہ چھوڑنے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں، آپ کے زمانے میں اگر جمعہ وعید ایک دن اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے۔

لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے جمعہ کی نماز کو رخصت قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک' بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

قارئین محترم قرآنِ کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

احناف حامیٔ حدیث و سنّت

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے باقی میں نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

(ترمذی ج۱:۲۰۶، دار قطنی ج۲:۷۵، بیہقی ج۴:۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

(دار قطنی ج۲:۷۵)

حضرت ولید بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر (پہلی) تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۳:۲۹۶)

غیر مقلدین باغیٔ حدیث و سنّت

لیکن:

ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

چنانچہ مولوی عبیداللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

''تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس موقوف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۲:۵۰)

ثناء اللہ امرتسری صاحب رقمطراز ہیں:

''جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج۲:۵۰)

ملاحظہ فرمائیے:

لیکن غیر مقلدین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترکِ رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فکرِ غیر مقلدین

مشہور ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بتلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہلِ سنت جو کریں اس کا الٹ کرنا ہمارا مذہب ہے۔ شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا جہاد سمجھنے لگے ہیں جو اہلِ سنت کے ہاں مفتیٰ بہا ہے اور اہلِ سنت کا اس پر عمل ہے۔

مثلاً:

۱۔ یہ لوگ گدی پر مسح کو بلا وجہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدی پر مسح احادیث سے ثابت ہے۔

۲۔ عام نائلن اور سوتی جرابوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسح کرتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں۔

۳۔ دورانِ نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملاتے ہیں حالانکہ کسی بھی مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

۴۔ چیخ کر آمین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چیخنا منع آیا ہے بالخصوص مسجد میں۔

۵۔ عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مٹانا کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ متعدد احادیث میں فرق موجود ہے۔

۶۔ عورتوں کے جمعہ وعیدین کے لئے میدان اور مساجد میں آنے پر زور دیتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ وتابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کرتے تھے۔

۷۔ آٹھ رکعت تراویح کی ترویج وتبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ وتابعین بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہلِ سنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس (۲۰) رکعات سے کم تراویح کا قائل نہیں۔

۸۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جب کہ چھ تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

۹۔ فجر کی رہ جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ادا کرلینے پر زور دیتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

۱۰۔ رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک کہہ دیتے ہیں حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہلِ سنت میں سے کسی امام کا یہ مسلک ہے۔

مآخذ و مراجع

۱۔	القرآن الکریم	
۲۔	صحیح البخاری:	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری رحمتہ اللہ علیہ۔
۳۔	صحیح مسلم:	ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشابوری رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۔	سنن ابی داؤد:	ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۔	سنن نسائی:	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمتہ اللہ علیہ۔
۶۔	سنن ابن ماجہ:	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی رحمتہ اللہ علیہ۔
۷۔	جامع ترمذی:	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمتہ اللہ علیہ۔
۸۔	جاء الحق:	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ
۹۔	دستور المتقی فی احکام النبی:	محمد یونس دہلوی۔ (قدیمی کتب خانہ کراچی)
۱۰۔	رحمتہ الامۃ فی اختلاف الائمۃ:	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی (مکتبہ امدادیہ)۔
۱۱۔	رسولِ اکرم کی نماز:	محمد اسماعیل السلفی، اسلامک پبلشنگ ہاؤس۔
۱۲۔	الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البھیۃ:	سید صدیق حسن خان نواب۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ۔
۱۳۔	الحیات بعد الممات:	فضل حسین بہاری۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل۔

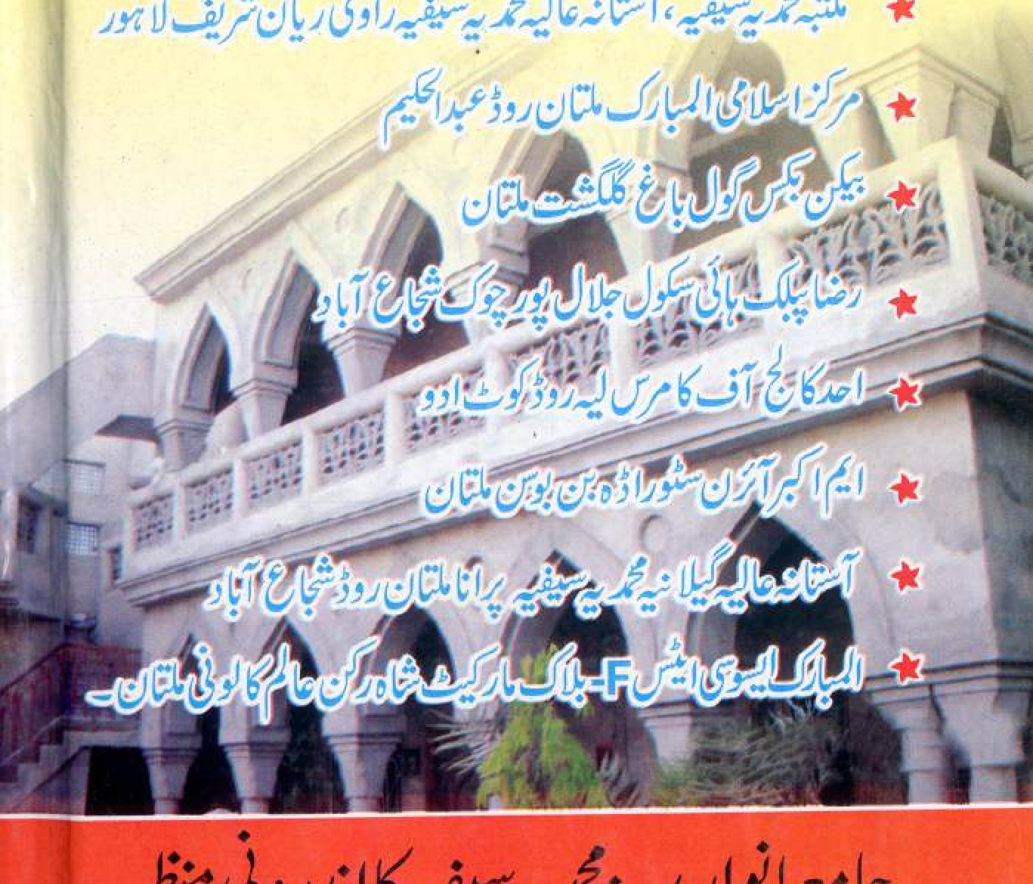
۱۴۔	الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ:	سید صدیق حسن خان نواب۔ اسلامی اکیڈمی۔
۱۵۔	جامع المسانید:	ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۶۔	تیسر الباری ترجمہ وشرح صحیح البخاری:	وحید الزماں حیدر آباد۔ نعمانی کتب خانہ۔
۱۷۔	آثار السنن:	محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ۔
۱۸۔	اثبات آمین بالجہر (مشمولہ استیصال التقلید):	مولوی نور حسین گرجاکھی۔
۱۹۔	اختلافِ امت کا المیہ:	حکیم فیض عالم صدیقی۔
۲۰۔	اھلِ حدیث کے دس مسئلے:	ابو یحیٰی امام خان نوشہروی۔
۲۱۔	احیاء علوم الدین:	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۲۔	بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد:	ابو الولید محمد بن احمد محمد بن احمد بن رشید القرطبی المالکی۔
۲۳۔	بدور الاھلہ من ربط المسائل بالادلۃ:	سید صدیق حسن خان نواب۔
۲۴۔	تحفۃ الاحوذی:	عبد الرحمٰن مبارک پوری۔
۲۵۔	حاشیۃ الطحاوی علیٰ مراقی الفلاح:	احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۶۔	سیر اعلام النبلاء:	ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۷۔	سیرت البخاری:	عبد السلام مبارک پوری۔

۲۸۔	شعب الایمان:	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمتہ اللہ علیہ۔
۲۹۔	صدیقہ کائنات:	حکیم فیض عالم صدیقی۔
۳۰۔	صلوٰۃ الرسول:	حکیم صادق سیالکوٹی
۳۱۔	صلوٰۃ النبی:	خالد گرجاکھی۔
۳۲۔	غنیۃ الطالبین مترجم اردو عربی:	الشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ۔
۳۳۔	فتاویٰ اہلِ حدیث:	حافظ عبد اللہ روپڑی۔
۳۴۔	فتاویٰ برکاتیہ:	ابوالبرکات احمد۔
۳۵۔	فتاویٰ ثنائیہ:	ثناء اللہ امرتسری۔
۳۶۔	فتاویٰ ستاریہ:	ابومحمد عبد الستار دہلوی۔
۳۷۔	فتاعلماء حدیث:	ابوالحسنات علی محمد سعیدی۔
۳۸۔	فتاویٰ قاضی خان:	فخر الدین حسن بن منصور الحنفی رحمتہ اللہ علیہ۔
۳۹۔	فتاویٰ نذیریہ:	میاں نذیر حسین دہلوی۔
۴۰۔	قرۃ العینین	فی اثبات رفع الیدین
۴۱۔	کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ:	بروایت ابی یوسف القاضی رحمتہ اللہ علیہ۔ بروایت الامام محمد بن حسن الشیبانی۔
۴۲۔	کتاب الام:	ابوعبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی۔
۴۳۔	کتاب القراءۃ	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمتہ اللہ علیہ۔

۴۴۔	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال:	العلامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۵۔	لغات الحدیث (اردو)	وحید الزماں حیدر آبادی۔
۴۶۔	المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث:	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۷۔	مسند ابی یعلی الموصلی:	الحافظ احمد بن علی المثنی التمیمی رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۸۔	مسند:	الامام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۹۔	المصنف:	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۰۔	المصنف:	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۱۔	المغنی:	ابو محمد بن عبد اللہ احمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۲۔	نزل الابرار من فقہ النبی المختار:	وحید الزماں حیدر آبادی۔
۵۳۔	نووی شرح مسلم:	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۴۔	ھدیۃ المھدی:	وحید الزماں حید آبادی۔
۵۵۔	ھدی الساری مقدمہ فتح الباری:	احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

ملنے کے مراکز

- ★ مکتبہ سیفیہ، مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف لاہور
- ★ مکتبہ محمدیہ سیفیہ، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف لاہور
- ★ مرکز اسلامی المبارک ملتان روڈ عبدالحکیم
- ★ بیکن بکس گول باغ گلگشت ملتان
- ★ رضا پبلک ہائی سکول جلال پور چوک شجاع آباد
- ★ احد کالج آف کامرس لیہ روڈ کوٹ ادو
- ★ ایم اکبر آئرن سٹور اڈہ بن بوسن ملتان
- ★ آستانہ عالیہ گیلانیہ محمدیہ سیفیہ پرانا ملتان روڈ شجاع آباد
- ★ المبارک ایسوسی ایٹس F-بلاک مارکیٹ شاہ رکن عالم کالونی ملتان۔



جامعہ انوار مدینہ محمدیہ سیفیہ کا اندرونی منظر